

بیا امام اہل سنت مجدد ملت اعلیٰ حضرت تیار امام احمد رضا دہلوی قدس سرہ العزیز

سہ ماہی افکارِ رضا مبہنی

امام احمد رضا کسی نئے مذہب کے موجد نہیں تھے جیسا کہ ان کے دشمن پرچار کرنے پھر رہے ہیں۔ ان کا مشن تھا قرآن و حدیث کی ایسی تفسیر و تشریح جیسی کہ امام اعظم ابو حنیفہ سے لے کر محدث دہلوی شاد عبدالعزیز تک کے سلف صالحین نے فرمائی۔ امام احمد رضا نے ان عناصر کے خلاف جہاد فرمایا۔ حنیفوں نے کلام اللہ اور سنت رسول اللہ کی غلط ترجمانی کر کے اسلام کو مسخ کرنے کی کوشش کی۔ امام احمد رضا کا عشق رسول آج ضرب المثل بنا ہوا ہے اور دنیا کے کروڑوں مسلمانوں کے دل کی دھڑکن ہے۔ امام احمد رضا ہمارے زمانے میں سنت کی کوئی ہیں۔

سید آل رسول حسین برکاتی

تحریکِ فکرِ رضا ۱۶۷، ڈیموکریٹک روڈ، ناگپارہ
مبہنی ۲۰۰۰۸

بشکریہ جناب خلیل احمد رانا صاحب

پیشکش: محمد احمد ترازوی

سہ ماہی افکارِ رضا ممبئی

جلد ۲ اکتوبر تا دسمبر ۱۹۶۶ء (۶) جمادی الاول تا رجب المرجب ۱۴۱۷ھ شمارہ ۴

فہرست

صفحہ	عناوین	شمار
۲	اداریہ	۱
۳	اخبارِ رضا	۲
۵	عالمِ اسلام کا سب سے بڑا سنی اجتماع	۳
۷	مولانا محمد شاکر لوری	۴
۱۳	ڈاکٹر عبدالنعمیم عزیزی	۵
۱۸	امام احمد رضا اور فکرِ نماز	۶
۲۳	امام احمد رضا کے مخطوطے	۷
۲۴	عبدالمالک رضوی	۸
۲۹	مولانا عبدالحمید نعمانی	۹
۳۲	مولانا اورث جمال قادری	۱۰
۵۱	تہذیب و کتاب "امام احمد رضا کے ۱۹۱۲ء مخطوطے کا تجزیہ"	۱۱
۵۳	رضائے	۱۲
۵۷	ڈاکٹر سراج احمد ہستوی	۱۳
	طاہر لاہوری کی نعتیہ شاعری	۱۴

Correspondence Address :

167, DINTIMKAR ROAD, NAGPADA, MUMBAI - 400 008, INDIA.

”قیام خلافت سے پہلے مسلمان تو ہو جاؤ“

حال ہی میں طالبان ہی تنظیم نے افغانستان کی حکومت پر قبضہ کر کے اپنی خلافت کا اعلان کیا ہے۔ اس واقعہ نے ساری دنیا میں جہاد کا غرور بگڑنے والی تنظیموں میں بڑھ چلا ہے اور بالکل بھلائی ہے۔ چونکہ ہر سادہ دل سے یہ تنظیمیں اسلامی حکومت کے قیام کے لئے زور آزمائی کر رہی ہیں (جیسے جہاد کا نام دیا جا رہا ہے) اس کے باوجود یہ ابھی تک ناکام ہیں۔ بطور خاص برصغیر میں موجود جماعت (جماعت اسلامی، ایس آئی، ایس آئی ایم، جمعیت طلبائے اسلام وغیرہ) بظاہر جس کا نصب العین سی زمین پر اللہ کی حکومت کا قیام ہے۔ اس نے جب دیکھا کہ طالبان نے مختصر بے عرصہ میں اپنی خلافت قائم کر لی ہے اور اسلامی احکامات نافذ کئے جا رہے ہیں تب سے موجودی جماعت کے نام نہاد مجاہدین بھی خلافت کے لئے لوگوں کو اپنی طرف راغب کرتے نظر آ رہے ہیں۔ ایس آئی ایم کا سپوزیم بعنوان ”بیشک مہیا خلافت“۔ تین روزہ کانفرنس بعنوان ”احیائے خلافت کانفرنس“ اور عشرہ برائے ”ملت بیداری مہم“ اسی سلسلے کی کڑیاں ہیں حالانکہ انھیں چاہیے تو یہ تھا کہ خود طالبان کے مجاہدین کے ساتھ مل کر ایک مضبوط اور مستحکم اسلامی حکومت کے قیام میں مدد کرتے مگر یہ لوگ طالبان کے پیچھے امریکی پشت پناہی کا بہانہ بنا کر اپنی ہی خلافت کے لئے جدوجہد کرتے نظر آ رہے ہیں۔ ان کے ساتھ ہی نام نہاد دانشوران قوم اور مفکرین اسلام بھی طالبان کے ہر عمل کو جو اسلامی قوانین کے نفاذ کے لئے لاگو کیا جا رہا ہے جہالت اور پسماندگی سے تعبیر کر رہے ہیں۔ انھوں نے انھوں پر جن کے نزدیک اسلام پر عمل کرنا جہالت اور پسماندگی کی نشانی ہے۔

اصل میں جماعت اسلامی، اخوان المسلمین وغیرہ بے شمار تنظیمیں مسلم نوجوانوں کو درغلا کر گمراہ کر رہی ہیں۔ جدید تعلیم یافتہ طبقہ اور نئی نسل مغربی پروپیگنڈہ سے متاثر ہو کر وہ چیز بہت جلد قبول کر لیتی ہے جو مغربی سانچے میں اعلیٰ ہو۔ اس لئے جدید تعلیم یافتہ طبقہ کو اسلام کی تشریح بھی مغربی طریقہ پر کی جاتی ہے۔ سائنس کے ذریعے اسلام کی حقانیت کو سمجھایا جاتا ہے۔ ایسا اسلام پیش کیا جاتا ہے جو مغربی سوسائٹی میں بھی قابل قبول ہو اور اسلام کو بھی کیونٹزم، سوشلزم کی طرح کسی نظریے کی طرح نہ مانا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جدید تعلیم یافتہ مسلمان حدیث رسول ﷺ سناتے وقت تو بڑا فخر محسوس کرتے ہیں لیکن اس پر عمل کرنا جہالت اور فرسودگی سمجھتے ہیں۔ کیا ہم اپنے پیغمبر پر حق ﷺ کی سنتوں کو صرف اس لئے ترک کر دیں کہ مخالفین اسے فرسودگی اور جہالت کہتے ہیں؟ اگر یہی کرتا ہے تو فیروں کا مذہب کیوں نہیں اپناتا ہے؟۔۔۔۔۔ ایسے افراد اگر اسلامی حکومت قائم کرنے میں کامیاب ہو بھی گئے تو تصور کیجئے کہ وہ حکومت کس طرح کی ہوگی؟ نام تو اسلام کا ہو گا لیکن ایمان سے خالی۔ ایسی نام نہاد ”اسلامی“ حکومت سے کیا اسلام کی ترویج و اشاعت ہوگی یا اسلام کو ڈھانسنے

جس طرح ساری دنیا میں مسلک اہل سنت و جماعت کے ماننے والوں کی اکثریت ہے اسی طرح افغانستان میں بھی اہل سنت اکثریت میں ہیں۔ انسانی فتنہ حقیقی پر عمل پیر اور طریقت میں مجددی نقشبندی سلسلہ عالیہ سے وابستہ ہیں۔ لیکن طالبان کی اکثریت ”دیوبندی مکتب فکر“ کے مددگار اور مساجد سے فارغ ہیں ساتھ ہی دیوبندی نواز تمام یودی اور سعودی وسائل کے ساتھ جن کی مدد کر رہا ہے اور ”وفاقی حکومت“ کے قیام کا خواب دیکھ رہا ہے۔ اس لئے وہ ہماری نظروں میں بھی مشکوک ہیں۔ اور طالبان کی حمایت تو نہیں کرتے البتہ نام نہاد اسلامی جماعتوں کو متنبہ کرنا چاہتے ہیں کہ پہلے وہ اسلام میں پورے پورے داخل تو ہو جائیں پھر اسلامی حکومت کے قیام کا خواب دیکھیں اور تمام عالم کے سنیوں کو بیدار کرنا چاہتے ہیں کہ اللہ اور رسول کے احکامات پر عمل پیر ہوں اور مصطفیٰ ﷺ کے نظام کو عملاً اپنی زندگیوں میں نافذ کر لیں۔ اور عہد حاضر میں مسلک اعلیٰ حضرت پر سختی سے کامزن رہیں۔ تمام باطل قوتوں، فرقوں اور نظاموں کے لئے کلک رضائی واحد ہتھیار ہے جس سے دشمنان دین اور گستاخان رسول ﷺ کا خاتمہ کیا جاسکتا ہے۔ اس لیے فکر رضا کو سمجھیں اس پر عمل پیر ہوں اور اس کو عام کریں۔

اخبار رضا

O امام احمد رضا اکیڈمی۔ ۱۹۶۱-۱۹۷۱ء انگلش سٹیج۔ قلم۔ بریلی۔ بچپان نے ”دعوت میت“۔ ”حقوق والدین“۔ ”ہجی حکایتیں“ دو حصے اور ”بی سوز و غم“ (امام احمد رضا کے ترجمہ و تفسیر کے ساتھ) ہندی زبان میں شائع کر دیئے ہیں۔ O سنی تحفہ فیڈریشن ۱۹۷۱ء ڈسٹرکٹ روڈ، گھاٹو، ممبئی۔ ۸۰ نے پروفیسر مسعود احمد کی تصنیف ”نئی نئی باتیں“ کا انگریزی ترجمہ ”Novelties“ شائع کیا ہے۔ چار روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر حاصل کر سکتے ہیں۔ اسی طرح علامہ ارشد القادری کی مایہ ناز تصنیف ”تبلیغی جماعت“ کا انگریزی ترجمہ شائع کیا ہے۔ جسے ۱۵ روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر حاصل کر سکتے ہیں۔ O تحریک فکر رضا ممبئی نے ”بہار شریعت اور ہستی“ زعرا ایک نظر میں“ مصنف نوشاد عالم چشتی شائع کر دی ہے۔ دس روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر منگوا سکتے ہیں۔ O مالی دعوت اسلامیہ لاہور پاکستان نے امام احمد القری السسانی کی تصنیف ”فتح الاعمال فی مدح الاعمال“ (مترجم مفتی محمد خان قادری۔ علامہ محمد عباس رضوی) کا اردو ترجمہ شائع کیا ہے۔ O رضا اکیڈمی ممبئی کی شائع کردہ ”موسیقی علی بریلوی“ مولف :- مولانا شہاب الدین رضوی پاکستان میں مالی دعوت اسلامیہ نے شائع کر دی ہے۔ O پیغام رضا کا مفتی اعظم نمبر من قریب منظر عام پر آ رہا ہے جس میں بچپان سے زائد علماء و محققین حضرات کے تحقیقی

مقالے شائع ہو گئے۔ یہ نمبر حضور مہتممی اہل حق کی حیات پر مبنی اور ثابت ہو گا۔ رابطہ کیجئے۔ فاروقی بک ڈپو۔ ممبیا
 محل۔ دہلی نمبر ۶۔ O رضا اکیڈمی ممبئی کے تعاون سے من قریب از رضا انٹر نیشنل کیسٹ کا اجراء ہونے جا رہا ہے
 یہ کیسٹ ہر ماہ جاری ہوگی۔ جس میں تلاوت مع ترجمہ قرآن، مہینے کے فضائل و مناقب، واقعات و حکایات اور
 عالم اسلام اور دنیا کے منہیت کی خبریں ہوں گی سالانہ نمبر شپ فیس ۳۰۰ روپے۔ ملنے کا پتہ۔ ۲۶، کاٹھک
 اسٹریٹ، ممبئی ۳۔ O رضا پریس کو نسل بلاک ۱۶، ڈیو گازی خاں (پاکستان) نے "امام احمد رضا اور میڈیکل
 سائنس" کے نام سے ایک رسالہ شائع کیا ہے جسے ڈاکٹر محمد مالک ایم بی بی ایس (بنجاب) نے مرتب کیا۔ اس
 رسالہ میں جدید اسمسریالوجی، انزاسائنس مشین، جزام، طاعون اور اعلیٰ حضرت کے فنی نظریات کو پیش کیا گیا ہے
 O مرکزی مجلس رضا لاہور نے جہان رضا گیسٹ ۹۶ کے شمارے میں ایک کتاب "مہد والف جانی اور امام احمد
 رضا بریلوی" مفت تقسیم کی ہے۔ O شاہ آل رسول سید حسنین میاں نقوی مارہر بروہی نے قرآن شریف کی
 انگریزی تفسیر مرتب کی ہے اس تفسیر کی پہلی جلد جس میں سورہ فاتحہ اور سورہ بقرہ ہے شائع ہو گئی ہے۔ حاصل
 کرنے کا پتہ۔ تحریک فکر رضا ۱۶، ڈسٹرکٹ ۱۶، گپارو، ممبئی ۸۔ چہ ۲۰۰ روپے۔ O حیدر احمد صاحب
 انچارج ہندو کانج۔ کرناٹک "احمد رضا کی شخصیت اور کارنامے" عنوان سے کوئٹا نورسٹی سے پی ایچ ڈی کر رہے
 ہیں۔ O مشتاق احمد شاہ جامو ازہر مصر سے بعنوان "امام احمد رضا خان و اثرہ فی اللہ النحلی" ایم فل کامقالہ تیار کر
 رہے ہیں۔ O مولانا منظور احمد سعید، کراچی نورسٹی پاکستان سے "مولانا احمد رضا کی خدمات علوم حدیث کا
 تحقیقی جائزہ" کے عنوان سے پی ایچ ڈی کر رہے ہیں۔ O فیض الحسن فیضی۔ پشاور نورسٹی پاکستان سے ایم فل کا
 مقالہ لکھ رہے ہیں۔ عنوان ہے "امام احمد رضا کی عربی خدمات"۔ O ڈاکٹر اوشاسا نیال کا امام احمد رضا پر پی ایچ ڈی کا
 مقالہ آکسفورڈ نورسٹی امریکہ سے شائع ہو گیا ہے۔ O ادارہ تحقیقات امام احمد رضا۔ کراچی نے اعلیٰ حضرت پر
 سب سے پہلے پی ایچ ڈی کرنے والے فاضل، ڈاکٹر حسن رضا (پنڈ) کو امام احمد رضا گولڈ میڈل ۱۹۹۶ء پیش کیا
 ہے۔ O علامہ فیض احمد اویسی کی مرتب کردہ "شرح حدائق بخشش" کی پانچویں جلد رضا دارالاشاعت لاہور نے
 شائع کر دی ہے۔ O ڈاکٹر فضل الرحمن شرر ممبائی مبارکپوری، حدائق بخشش کا صحیح شدہ نسخہ رضا اکیڈمی ممبئی
 سے شائع کر رہے ہیں۔ جو مختلف نسخوں سے مطابقت کر کے موصوف نے تیار کیا ہے۔ O مولانا عبدالستار بدائی
 رضوی (پور بندر۔ کجرات) کی کوششوں سے کیرالا انسٹیٹیوٹ میں۔ "امام احمد رضا فاؤنڈیشن" کے نام سے ایک
 ادارہ کا قیام عمل میں آیا ہے۔ O مجمع الاسلامی مبارک پور اور رضا اکیڈمی ممبئی کے شرکت و تعاون سے "الہامیہ
 اللہ" حاشیہ امام احمد رضا (عربی) اور "الکشف شافی" (عربی) کیسٹروپ سے من قریب شائع ہونے والی ہے۔
 O ادارہ اشتقامت۔ ۲۴/۸۸۔ ریل بازار۔ کانپور۔ یو پی نے ماہنامہ "اشتقامت" کا "حفظ عقائد نمبر" شائع کر

دیتے۔ O سنی و ملت اسلامی کا سالانہ "سنی اجتماع" داؤنی نور۔ آزاد میڈیٹھن۔ ممبئی میں ۰ ستمبر ۱۹۹۹ء سے
 یکم دسمبر ۹۹ء نماز عشاء تک ہونے جارہا ہے۔ جس میں ہندوستان کے تمام مسلمانوں کے علاوہ برطانیہ، امریکہ،
 افریقہ وغیرہ سے بھی کثیر تعداد میں لوگ شرکت کر رہے ہیں۔ O ڈاکٹر عبداللطیف عازیزی نے امام احمد رضا
 بریلوی کے رسائل۔ ۱۔ امان الایمان ۲۔ اہمیت زکوٰۃ ۳۔ دعوتِ مہمیت ۴۔ فوائد صدقات کا انگریزی میں ترجمہ
 کیا ہے جو رضا اکیڈمی۔ برطانیہ سے شائع ہو گئے ہیں۔ ہندوستان میں ان کتابوں کو شائع کرنے کے خواہش مند
 حضرات ڈاکٹر عبداللطیف عازیزی۔ ۱۹۹۳ء، جسوی، بریلی شریف سے رابطہ قائم کریں۔ O سید اولادِ رسول قدسی
 مصباحی کا تھقہ دیوان "گل و گل" شائع ہو گیا ہے۔ یہ ۵۰ روپے ساتھ ہی قدسی صاحب کی تصنیف "حیاتِ
 مفتی اعظم ازبک" (قسط اول) شائع ہو گئی۔ یہ ۵۰ روپے۔ فوٹو مسکد۔ عبدالغفور خان انٹرنیٹ، آگرہ روڈ، کمر لا
 ممبئی۔ ۵۷ سے حاصل کریں۔

دنیا کے اسلام کا سب سے بڑا سنتوں بھراروح پرور اجتماع

سنتیں عام کریں دین کا ہم کام کریں نیک ہو جائیں مسلمان بن جائیں

سرزمینِ اولیاء ملتان۔ پاکستان میں دعوتِ اسلامی کے سالانہ اجتماع ۱۹، ۲۰، ۲۱ اکتوبر ۱۹۹۹ء کی
 اطلاع ملی اور ساتھ ہی یہ خوش خبری بھی کہ اس اجتماع میں ہندوستان سے شرکت کرنے والوں کے لئے "قاری
 سطح" پر کوششیں جاری ہیں۔ میں نے بھی اپنی پاسپورٹ کاپی بھجوا دی۔ لیکن شاید خدا کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ غیر
 اجتماع میں شرکت سے تو محروم رہا البتہ ہندوستان سے گئے ہوئے ساتھیوں کی زبانی اور پاکستانی اخباروں کی ترجمانی
 سے میں تصویریں تصور میں اجتماع میں مدد مل گئی۔

ملتان شریف جہاں پر اجتماع کا اہتمام کیا گیا تھا۔ وہاں لاکھوں افراد کی سولیات کے لیے وسیع و
 عریض انتظامات کیے گئے تھے۔ شرکائے اجتماع کے لئے کھانے پینے اور ضروریاتِ زندگی کی اشیاء کے لیے
 سینکڑوں اشال گئے تھے۔ جہاں کم قیمت پر اشیاء فروخت کی جارہی تھیں۔ بجلی۔ پانی۔ گازیوں کی پارکنگ۔ ٹیلی
 فون۔ ٹیلیکس وغیرہ ہر طرف کی سولیات مہیا تھیں۔ دعوتِ اسلامی کے اس اجتماع میں سارے پاکستان
 سے لاکھوں افراد نے شرکت کی۔ پاکستان کے علاوہ ہندوستان۔ روہی۔ فلپائن ساؤتھ افریقہ۔ امریکہ۔ برطانیہ۔
 چین۔ جاپان۔ ہالینڈ۔ فرانس۔ چین۔ روس۔ مشرق وسطیٰ اور دنیا کے دیگر کئی ممالک سے کثیر تعداد میں لوگوں
 اور علماء کرام نے شرکت کی۔ ہندوستانی وفد حضرت علامہ مفتی عبداللطیف صاحب (مکرم) دعوتِ اسلامی
 (ہند) کی سرپرستی میں شریک تھا۔ اجتماع میں روزانہ مختلف نشستوں میں علماء کرام۔ مشائخ عظام اور مبلغین
 دعوتِ اسلامی کے بیانات دے گئے۔ جس میں اصلاحی بیانات۔ روزمرہ کے دینی مسائل۔ دعائیں اور سنتیں لوگوں کو

سکھائی گئیں۔ ۱۸ اکتوبر کو بعد نماز مغرب امیر دعوت اسلامی مولانا محمد الیاس قادری کا بیان ہوا۔ اجتماع کے آخری روز یعنی جمعہ ۱۸ اکتوبر کو بعد نماز جمعہ اسلامی بنوں کے لیے پردہ کا انتظام بھی کیا گیا تھا۔ اور بعد نماز عصر امیر دعوت اسلامی کا خصوصی بیان ہوا۔ جبکہ دعوت اسلامی کے عالمی مرکز فیضانِ مدینہ (کراچی) میں آخری روز کے بیانات دیئے گئے۔ اجتماع میں اردو۔ عربی۔ فارسی۔ انگریزی۔ رومی۔ پشتو۔ سندھی۔ پنجابی۔ سرائیکی اور دیگر کئی زبانوں میں بیانات ہوئے۔ اخبارات کی اطلاع کے مطابق پہلے ہی روز ۲۰ لاکھ کا مجمع تھا۔ صحافیوں کے ایک ہینٹل نے بھی شرکت کی جن کے مطابق آخری روز ۳۰ لاکھ سے زائد کا مجمع تھا۔ ذکرِ دعا کے بعد یہ رات پردہ اجتماع اختتام پزیر ہوا۔

دعوت اسلامی نے ۱۳۰۱ ہجری (۱۹۸۱ء) میں حضرت مولانا محمد الیاس عطار قادری (خلیفہ حضرت مولانا ضیاء الدین مدنی رحمۃ اللہ علیہ) کی قیادت میں اپنے حلیہ کیشن کا آغاز کیا۔ اور نہایت ہی مختصر سے عرصہ میں آج اس کے اثرات سارے عالم میں محسوس کئے جا رہے ہیں۔ دعوت اسلامی کا ماحول بہ اور است فرد کی روح پر اثر انداز ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آدمی چاہے کیسی ہی فطرت کا ہو وہ دعوت اسلامی سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ دعوت اسلامی وقت کا تقاضا بھی ہے جس کی وجہ سے اس کی پختہ پائی ہو نا لازمی امر ہے۔

مسلم اہل سنت و جماعت کا کاروان بغیر و خوبی روہں رواں تھا کہ اسلام دشمن عناصر نے اس کی راہ میں روڑے اٹھائے اور صراطِ مستقیم سے ہٹانے کے لیے نئے نئے گمراہ کن عقائد والی جماعتوں کو پروان چڑھانا شروع کیا۔ جن کے فریب میں آکر بھولے بھالے اور کم علم مسلمان صراطِ مستقیم سے ہٹنے لگے۔ چونکہ ان گمراہ جماعتوں کے پس پشت یہود و نصرانی ذہن اور سرمایہ کار فرما تھا۔ اس لیے ان کی تعداد اور قوت میں اضافہ ہونے لگا۔ ان باطل جماعتوں کا سب سے بڑا اجتہاد پرور پیغمبر یعنی محمدی اور من گھڑت باتوں کو پھیلاتا ہے۔ گمراہ کن افکار و نظریات اور جماعت کو پھیلانے کے لیے پروپیگنڈا کا بھرپور سارا لیا گیا۔ "ہم کسی کو برا نہیں کہتے" کہنے والوں نے مسلک اہل سنت اور امام اہل سنت امام احمد رضا کو اس قدر بدنام کیا کہ کچھ عرصہ قبل تک اچھے اچھے پڑھے لکھے اور ہاشعور افراد بھی امام احمد رضا کو "بریلوی فرقہ کا بانی" بدعات اور قبر پرستی کو فروغ دینے والا وغیرہ سمجھتے تھے۔ تحریک مسلک اہل سنت اور اشاعتِ سنت کے لئے جہاں رضا اکیڈمی۔ مرکزی مجلسِ رضا۔ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا۔ سنی رضوی سوسائٹی وغیرہ بے شمار تنظیموں نے مختلف خطوط پر بہترین کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔ وہیں دعوت اسلامی نے سادہ لوح مسلمانوں کو بدعتیہ جماعتوں کے دامِ فریب سے بچا کر مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ کے دامنِ کرم سے وابستہ کر دیا۔ آج دعوت اسلامی سے وابستہ افراد نے فرائض کی پابندی کے ساتھ پیارے آقا سرور کائنات ﷺ کی سنتوں کو بھی اپنی زندگی کا حصہ بنا لیا ہے۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے پیارے حبیب ﷺ کے صدقہ دعوت اسلامی سے دین و دنیا کی بہترین خدمت لے لے اس تحریک کو دنیا کے کونے کونے میں پہنچانے میں غیب سے مدد فرمائے اور اسے ہمیشہ مسلکِ اعلیٰ حضرت پر قائم و دائم رکھے۔ آمین بجاوید المرسلین

بسم اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

امام احمد رضا اور فکر نماز

از مولانا محمد شاکر نوری۔ امیر سنتی دعوت اسلامی

آج روئے زمین کی ایک ایسی عبقری شخصیت کی زندگی کا ایک گوشہ ہر روشنی ڈالنے کے لئے قلم اٹھا رہا ہوں جسے دنیا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمہ کے نام سے یاد کرتی ہے۔ یقیناً اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کا ہر عمل اعلیٰ تھا اور مسلمان عالم کیلئے مشعل راہ۔ یوں تو اعلیٰ حضرت کے مختلف کمالات پر علماء ذوی الاحرام اور دانشوران اسلام نے قلم اٹھانے میں اور رہتی دنیا تک ان کے کلمات اور کمالات پر لکھا ہوا ہے۔ لیکن آج اعلیٰ حضرت کی زندگی کے ایک عظیم گوشہ ہر کلمہ کا قلم بند کر کے ایک بے ماشق رسول اور ایک عظیم داعی دین کے غمازوں میں ایسا نام شامل کروا کر تو شہ آخرت تیار کر رہا ہوں۔ دعا فرمائیں اللہ عزوجل قلم سیدہ کیلئے اس گوشہ کو نہایت کاثر و باریک بینی سے آسینا

اعلیٰ حضرت نے اپنے جملہ افکار کو رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی و غم کے پابند بنا دیا تھا۔ وہ جو بھی عمل سوچتے تھے خاتمہ رسول کے دائرے ہی میں سمجھا کرتے، کہیں سے بھی اور کسی عمل سے بھی اگر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تلافی کا مطالبہ ہوتا تو امام احمد رضا کسی طرح اسے گوارا نہیں کر سکتے تھے۔ ان کا ایک ہی مقصد تھا اور وہ صرف یہ کہ اللہ اور اس کا بندہ صاحب صلی اللہ علیہ وسلم راضی ہو جائیں۔ اسی لئے انہوں نے اپنی زندگی کی ہر ایک ادا کو تاجدارِ مہمان صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا کیلئے وقف کر دیا تھا بلکہ رضائے رسول اور دیدارِ صاحب کیلئے جان بھی قربان کر لے کیلئے آمادہ ہو جاتے۔

تقدیرِ اہلِ امام ہر ہی جگہ

جان دیدارِ وہ دیدارِ ہر

وہ صرف زبانی ماشق نہ تھے بلکہ انہوں نے اپنی زندگی میں عمل کر کے دکھایا تھا۔ آئیے ہم پہلے اللہ عزوجل اور رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاداتِ نماز کے متعلق کیا ہیں اس کو پڑھ لیتے ہیں۔ اس کے بعد امام احمد رضا کی فکر کو پڑھتے ہیں پھر امام عشق و محبت کی کیفیت نماز کیا تھا۔ اس کا اندازہ ہو سکے۔

آیت (۱) بے شک نماز مسلمانوں پر فرض ہے وقت باندھا ہے (القرآن)

آیت (۲) محافظت کرو سب نمازوں اور عام نفع والی نماز کی پوری کھڑے ہو اللہ کے حضور ادب سے (القرآن)

آیت (۳) اور وہ لوگ جو اپنی نماز کی نگہداشت کرتے ہیں کہ اسے وقت سے بوقت نہیں ہولے دیتے وہی سچے وارث ہیں کہ جنت کی راست پائیں گے وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ (القرآن)

اب آئیے حد اجڑوٹ کر یہ کام طالع کریں۔

۱۔ امام احمد حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ سے روایت میں "میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص ان پانچ نمازوں کی ان کے رکوع و سجود کو وقت پر محافظت کرے اور یقین جائے کہ وہ اللہ کی طرف سے جنت میں جائے یا فرمایا جنت اس کے لئے واجب ہو جائے یا فرمایا دوزخ اس پر حرام ہو جائے۔

۲۔ ابو داؤد سنن اور طبرانی معجم میں ابو داؤد رضی اللہ عنہ سے روایت میں کہ حضور پر نور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ "پانچ چیزیں ہیں کہ جو انہیں ایمان کے ساتھ لانے کا جنت میں پہنچا جائے گا جو پانچ نمازوں کی ان کے رکوع و سجود ان کے رکوع ان کے سجود ان کے رکوع پر محافظت کرے (اور روزہ حج و زکوٰۃ و غسل جنت کا لانے)۔

۳۔ بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، دارمی، عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت میں "میں نے سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا کہ سب سے زیادہ کیا عمل اللہ کو پسند ہے فرمایا نماز اس کے وقت پر ادا کرنا۔ مذکورہ آیات و احادیث کی تلاوت کے بعد امام احمد رضا علیہ الرحمہ کا ان پر عمل دیکھیں اور محسوس کریں کہ اللہ عز و جل کے یہ برگزیدہ بندے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے یہ عاشق اپنے سولی عز و جل اور اس کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے کتنی اعلیٰ درجے کی محبت فرماتے تھے اور فرمان خدا و رسول (عز و جل) صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کتنا خیال فرماتے تھے۔

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نماز میں استقامت اور جہاد مسائل کا ایسا خیال فرماتے تھے کہ عام لوگ نہیں بلکہ اکثر علماء اس کے گھنے سے بھی کھمبے میں۔ حضرت مولانا شاہ خواجہ محمد حسین صاحب ہشتی لکامی قری میرٹھی تم الامیری فرماتے ہیں، سہ ماہی شریف سنہ ۱۳۳۵ھ سے اعلیٰ حضرت کی مسجد میں مختلف ہوا۔ اعلیٰ حضرت نے بھی احتکاف فرمایا۔ ایک دن قبل احتکاف عصر کے وقت اعلیٰ حضرت تشریف لانے اور نماز پڑھ کر تشریف لے گئے۔ میں مسجد کے اپنے کونے میں بیٹھا تھا۔ تھوڑی دیر میں مجھ سے ایک صاحب نے فرمایا آپ نے ابھی عصر کی نماز نہیں پڑھی۔ میں نے کہا میں نے حضرت کی نماز پڑھ لی انہوں نے کہا حضرت تو اب پڑھ رہے ہیں۔ مجھے اس وجہ سے یقین نہیں آیا کہ بعد عصر داخل نہیں اور کسی وجہ سے نماز نہیں ہوئی تھی تو حضرت کا مافک ایسا نہیں کہ مجھے بھول جاتے اور مطلع نہ فرماتے۔ انہوں نے مجھ سے پھر کہا دیکھ لیجئے وہ پڑھ رہے ہیں میں نے پڑھ کر دکھانا تو واقعی پڑھ رہے تھے مجھے یہ حیرت ہوئی اور آگے بڑھ کر کھڑا ہوا۔ سلام پھیرنے پر عرض کیا حضور میری کھ میں نہیں آیا۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے فرمایا بعد از آخرہ میں بعد تہجد سانس کی حرکت سے میرے انگر کھ کا بند ٹوٹ گیا اور نماز تہجد پر ختم ہو جاتی

ہے اس وجہ سے میں نے آپ سے نہیں کہا اور گھر جا کر بندہ دست کر اگر اپنی نذر بھر دلا لی۔ یہ ایسا واقعہ
 ہے کہ اکثر صاحبان کی کہ میں نہیں آتا۔ صرف ایک بزرگ نے مجھ سے سکر ڈی عظمت کی وہ بزرگ شیخ
 الاصفیاء حضرت خواجہ شامویر عبد الحمید صاحب بغدادی تھے۔ جو وہ میں تشریف لانے اور جامع مسجد میں ایک
 دن مغرب کی نذر دلائی۔ میں نے ایسا انکھی قرآن شریف پڑھنے کا نہیں دیکھا۔ بعد معلوم کیا کہ یہ کون
 بزرگ تھے، تب ان سے ملنے کیلئے ان کی قیام گاہ پر گیا۔ ابلا قرآنی کے سلسلے میں ان کا یہ واقعہ قابل ذکر
 ہے۔ شاہ صاحب نے فرمایا میں ایک مرتبہ ان گیا وہاں آتش بدستوں کا ایک لشکر بہت بڑا ہے۔ اس
 کی بدست کر تے تھے۔ ان سے مبارک کیلئے لوگوں کے لیے عبد الحمید کا نام لے دیا میں نے کہا یہ لوگ جسے
 بدستیں اسی سے پڑھتے ہیں یعنی آتش کے میں جا کر آگ سے پڑھتے ہو وہ کس کی بدست کرتی ہے۔ لوگوں
 نے شخص دھمکا کہ اور لوگوں نے میرا اور وہاں کے ایک بھڑی کا نام مقرر کر کے ایک بدست وقت معین
 کر کے مناظرے کا اعلان کر دیا۔ وقت مقرر ہوا تمام شہر کی مخلوق کثرت سے موجود تھی۔ اس وقت میں نے
 اس بھڑی سے کہا چلے۔ اب وہ گھبرا یا اور رساتو میں لے نہیں کیا اگر میں بھی رساتو لوگ شخص دھمکی کہیں
 گے۔ اس وجہ سے تنہا آتش کے میں چلا گیا اور پورے میں منشاگ میں کھڑا رہا۔ بعد انکل آیا تو یہ دیکھ
 کر بہت سے آتش بدست سلطان ہو گئے اور فرمایا قرآن مجید لے کر اور یہ کہ آگ میں چلا گیا کہ جب منکو
 قرآن عظیم بد جہنم سے چلیگا تو اس معمولی آگ سے کیوں نہیں پڑے گا۔ تو اس واقعہ سے اور ان کی کرامت
 سے حضرات باظرین ان بغدادی شاہ صاحب کی بزرگی اور قوت ایرانی کا اندازہ رکھیں۔ ان بزرگ نے مجھ
 سے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کا یہ واقعہ عصر کی نذر کا سنا دوسرے دن ان سے ملاقات ہوئی تو ان بغدادی شاہ
 صاحب نے فرمایا کل ساری رات روئے کدہی۔ کئی کہتے ہا کہ خداوند تیرے ایسے مقبول تاج بھی جس جو
 اس احوال سے نذر پڑھتے تھے۔ (حیات اعلیٰ حضرت ص ۱۵۸)

آئے اور ایک واقعہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ اور خواجہ ان کا پڑھنے اور اپنے ارمان میں ملا کی کہ یہ کہتے اور
 پابندی صلہ کی یاد رکھ لے دی میں دہائی تھے۔

ایک مرتبہ امام احمد رضا علیہ الرحمہ اپنے علاقہ زمینداری میں سکونت پزیر تھے، درود قونج کے سخت
 دور سے ہو کر تے تھے۔ ایک دن تنہا تھے فرماتے تھے نظر کے وقت درود شروع ہوا اسی حالت میں جس طرح
 باد صوبہ کیا۔ اب نذر کو کھڑا نہیں ہوا جاتا تھا۔ رب عزوجل سے دعا کی اور حضور علیہ السلام سے مدد
 مانگی، مولیٰ عزوجل مضطر کی پندہ سنا ہے میں نے سنتوں کی نیت باندھی۔ درود بالکل نہ تھا سلام پھیرا اسی
 وقت سے تھا۔ فوراً اٹھ کر فرضوں کی نیت باندھی اور دعا پڑھا۔ جب سلام پھیرا وہی حالت تھی۔ بعد کی سنتیں
 پڑھیں درود مو قوف۔ اور سلام کے بعد پھر بدستور۔ میں نے کہا اب عصر تک نہ پڑھا ہے۔

ہنگامہ پیدا کر دیں لے رہا تھا کہ وہ سے کسی پہلو قرار نہ تھا۔ خواہ یہ کہے کہ حالت نماز میں اور دیگر اٹھایا جاتا تھا۔ یا یہ کہے کہ توجہ الی اللہ اور استغراق عبادت کے باعث ورد کا احساس نہ ہوتا تھا۔ بہر صورت امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی مقبولیت بدعا اور ذوق عرفانی کی دلیل کافی ہے۔

(امام احمد رضا اور تصوف ص ۷۵)

سبحان اللہ۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمہ و آلہ و اصحابہ جیسا نماز سے محبت اور استقامت نماز کرنا اور ماضی قریب میں تو کوئی نظر نہیں آتا۔ سچ ہے محبت ہی تو قوی ماضی تکلیف کو نہیں دیکھتا بلکہ اپنے محبوب کی خوشی کو دیکھتا ہے۔ امام احمد رضا ایک سچے عاشق رسول تھے اس لئے وہ جانتے تھے نماز سے میرے اکمال الی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نگاہوں کو ٹھنڈا کرنا ہی ہے۔

لہذا امام احمد رضا علیہ الرحمہ و آلہ و اصحابہ تکلیف کو برداشت کرتے ہوئے نماز کی پابندی کرتے تھے۔ کاش اللہ عزوجل آج کے مسلمانوں کو بھی امام احمد رضا کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی اکرم۔ ہم علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل مدنی علیہ الرحمہ و آلہ و اصحابہ شریف میں ایک حدیث مبارکہ نقل فرماتے ہیں جو حضرت معاذ بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے جس میں نہ اسن کرنا حاضر ہونے والے ہر حکم جگہ و کفر و نفاق فرمایا گیا، طبرانی کے بیان بطریق آخریوں آئی کہ حضرت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

(۱) مومن کو یہ بدعتی و بدعتی بہت ہے کہ ماذن کو تکبیر کہتے مناد اسکا ہونا قبول نہ کرے۔
(۲) قیام میں ہے اگر اذان سن کر وہ خول مسجد کے لئے قیام کا انتظار کرے یا وہ گنبد ہو۔
(۳) بدعتی کی کتاب الشہادہ سے ہے جو شخص اذان سن کر گھر میں اقامت کا انتظار کرے یا اسکی قیادت قبول نہیں۔

غرض حدیث سے ثابت ہے کہ جو تکبیر سن کر حاضر جماعت نہ ہو اسے بدعت ہمارا ظالم ظالم مافی فرمایا گیا۔ لہذا اصناف کیا تکبیر کسی مطلق جماعت کی طرف جاتی ہے کیا اس جماعت میں ملو نہ ملو۔ ہر دعوت تکبیر کی اجابت ہوتی ہے۔ کیا اس میں حی علی الصلوٰۃ علی علی الصلوٰۃ کے۔ معنی میں کہتا ہے اس نماز ظہر میں حاضر ہو چاہئے نہ آؤ اپنی انگ کر لیتا۔ شاید قیامت الصلوٰۃ ہو۔ سبھی مطلب ہو گا کہ نماز تو کھڑی ہو گئی اب اس میں اگر کیا رہے گا تم اور کوئی بدعتی نہ رہی اٹھا اٹھا کھانا تکبیر اسی جماعت کی طرف جاتی اور اسکی ہم حاضر ہو وہ حکم و ظلم و نفاق و شقاق و خبیث ہے تو قطعاً ظلم جو بدعتی کی بدعتی۔ سبھی مشاہد و مشہود جماعت ہے۔

۱۱۔ نیا یہ تو سچ تو ہم نے نہ سنا۔ اگر تصریح قیام و بیعت و تقریر و عزم و نظر کیے تو امر اظہر کہ وہ تفسیق

کہ وہاں کے وہ عکبر کا سکہ بھی بنا نہیں۔ کہل۔ تو کج شیخ کو برے سے حماقت دل میں مضر ہو رہی
کے ضروری نہیں۔

چند دشمن زلف طعنے سے مدھر سلین علی اللہ علیہ وسلم ۱۲۷۱ھ میں مسجد اور میں قریب
انعامت جلاہ فرماہوئے۔ ایک دن غلا حقا کو تشریف لائے حماقت میں وقت دیکھی کہ ایک مضر نہ پائے،
نہایت صریح غصبہ جلال میں محبوب ذوالجلال علی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ آفتاب سے ظہر ہوا اور غلا فرمایا:
خدا کی قسم میرے حق میں اتنا ہے موزن کو عکبر کا حکموں مھر کسی کو انعامت کے لئے فرماؤں، مھر مھر کسی
ہوئی مشطیں لے ہوں اور ان لوگوں کے مگر مھر حکموں جنہیں یہ نہاں سنو نہت ہو گیا اب تک حکموں
سے غلا کو نہیں لکھے۔

بھاری، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
ما تعین بہ امر و غلا سے جلاہ کہ کوئی غلا بھاری نہیں۔ اگر انہیں حق کے جلاہ انعامت کا علم ہو جائے تو وہ
گمشدوں کے دل ان کی ہوائی کے تلاشیں۔ میرا حق جلاہ ہے کہ میں موزن کو عکبر کا کہوں اور کسی کو سرے
کہ حماقت کا حکموں کو وہ لوگوں کو غلا جلاہ مھر میں ہانگ کی مشل لے کر ان پر بھیجوں جو غلا کے
حق میں تک حکموں سے نہیں لکھے۔

غلا اور جزیات غلا ہر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے اہتمام کو جلاہ لینے کے بعد اب مذکورہ اعلیٰ حضرت جو
انعامت اور مسجد میں غلا ادا کرنے کے متعلق میں اس ہر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ اور حضرات کس سے تک مل
ہوئے تھے۔ اس کا نام لڑہ نکائیں اور اپنے ہر کذا نہ گی کے محبت غلا اور انعامت خدا اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کا
نظم علیہ وسلم کو ملاحظہ فرمائیں۔

۵۵ مضر منہ ۳۳ حج کو اصل ہوتا ہے۔ مرض موزنوں سے تھا اور ایسا کہ چلنے مھر نے کی حماقت
نہیں۔ شریعت باجہت دینی ہے کہ ایسا مضر مھر میں غلا جلاہ لے مگر امام احمد رضا علیہ الرحمہ حماقت کی
پابندی کرنے اور پدا قوی کر سی ہر بٹاکر مسجد تک پہنچاتے جب تک اس طرح مضر کی قدرت تھی
حماقت میں شریعت نہ ہوتے۔

امام احمد رضا اور تصوف ص ۵۵
اللہ اکبر۔ کیا شوق حماقت تھا امام احمد رضا یقیناً رحمت خداوندی و کرم مصطفوی (عز وجل) صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم کو رحمت دینے کی تھی اور اپنی طرف مائی کر لے کیتے حکم خداوندی و فرمان مصطفوی صلی
علیہ وسلم ضروری ہے۔

حضرت علامہ محمد امجد علی صاحب جاستہ تھم تھم سے فرماتے ہیں میں نے عمل مضر کی نیما

اللہ تعالیٰ نے انہیں زکے کے لئے جس سے اپنے لئے حرم ضرور مقرر کیا ہے وہ ۱۹۱۹ء میں حضرت صاحبزادہ آبدی
 علیہ السلام (۱۹۱۹ء) کی ولادت ہے۔

ایک بندہ سب سے پہلے وہ کوئی نہ تھا۔ عبادت اللہ کے لئے ایک طہمت ہر حال، چاہے خود ہی کسی طرح
 گھسیٹے ہوئے بغیر سمجھا دے، یہ عبادت خدا کی۔ قرآن مجید و احادیث، تمام تر سنات کے بعد ہر ترک
 خدا، ترک عبادت کے ماحول میں وہ اتنا ایک نظم و ضبط کی مرثیہ ہے۔

امام احمد، علامہ، تصوف و
 امام احمد، علامہ، تصوف و
 علی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اخیال کرنے والے اپنے وجود کی اور اپنی تکلیف کی مدد کے بغیر سب کے طرف
 تشریف لے گئے اس لئے کہ عبادت قرآنی ہے۔

اللہ عزوجل کی بدعا میں وہ ایک رب تعالیٰ کے لئے ہے۔ جب علی اللہ علیہ وسلم کے مدد و طفیل سنی صحیح
 العقیدہ امام کی قدر میں سب میں عبادت کیساتھ خدا کی پابندی کی و نفی مقرر کرنے
 اس میں بھی اپنی فکر میں فضل اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

بقیہ :- انگلیز - انگریزی حکومت - - -

۱۔ رسالہ، مکتبہ دارالحدیث، ۹۳ مکتبہ دارالحدیث، لاہور ۱۹۷۶ء۔ عرب: مولانا محمد عبدالحق صاحبزادہ پوری

۲۔ ۱۷۱۷ء۔ جگہ کراچی ۲۵ جنوری ۱۹۷۹ء

۳۔ مکتبہ دارالحدیث، ۳۲ مکتبہ دارالحدیث، لاہور ۱۹۷۹ء۔ از: پروفیسر مسعود احمد دہلوی پاکستان

۴۔ ۱۹۷۹ء۔ ۲۳ مکتبہ دارالحدیث، لاہور ۱۹۷۹ء

۵۔ مکتبہ دارالحدیث، لاہور ۱۹۷۹ء۔ ۲۴ مکتبہ دارالحدیث، لاہور ۱۹۷۹ء

۶۔ اعلیٰ حضرت جامعہ دارالحدیث، ۱۶ مکتبہ دارالحدیث، لاہور ۱۹۷۹ء۔ از: کوثر نیازی پاکستان

۷۔ مکتبہ دارالحدیث، لاہور ۱۹۷۹ء۔ ۲۱ مکتبہ دارالحدیث، لاہور ۱۹۷۹ء۔ ۱۷ مکتبہ دارالحدیث، لاہور ۱۹۷۹ء

۸۔ ۱۹۷۹ء۔ ۲۸ مکتبہ دارالحدیث، لاہور ۱۹۷۹ء۔ ۱۸ مکتبہ دارالحدیث، لاہور ۱۹۷۹ء

امام احمد رضا کے مقطوعے

از: ڈاکٹر عبد الغنی عزمی۔ ۳۷۷ جسولی۔ مدنی شریف

اردو میں بہت سے اشد اور معرے اپنی معنویت میں اشد، بحرہ، رقص کہ عوام خواص دونوں انہیں اپنی گھنگر بٹہ مباح، تحریر اور تقریر میں دل کشی اور زور و زدن پیدا کرنے کیلئے لطیف، حلوہ و لعل اور سند کے طور پر استعمال کرتے ہیں اور ایک طرح سے یہ اشد یا معرے ضرب النعل کی سی حیثیت اختیار کر گئے ہیں۔ مثلاً۔

(۱) لہذا دن کی پانچواں بج رہی رات

(۲) سدا سے یہاں کا دروازہ بند ہے بھر میں ہے

(۳) ان پہ بن جائے لکھ ایسی کہ بن آئے نہ بنے

(۴) مفت ہاتھ آئے تو برا کیا بنے

(۵) قسمت کی خوبی دیکھنے ٹوٹی نہیں کند

(۶) ہر جگہ کو کب یہ سید ہے ستم دہی میں

(۷) مگر تو سدا کی کٹی فٹنی جوں میں ہوسن

(۸) کہہ کس سدا سے جا کے گلاب

(۹) باطل سے دہنہ اسکاے آسماں نہیں ہم

دہا ہاتھ جبکہ لبہا ہاتھ

کوئی مشرق ہے اس بد وقت لکھی میں

آخری وقت میں کیا عاک خصلتوں کے

شرم نہ کہ مگر نہیں بتی

سدا سے لکھا ہے تو استعمال ہوا

و غیرہ ان مشہور اشد یا معرعوں میں مقطعوں کی بھی تعدد عامی ہے۔ مقطع ڈی مائیت کا حامل ہوتا ہے۔

اس بد غزل و غیرہ کے اشد کا اختتام ہوتا ہے۔ یعنی یہی اشد کو قطع کرتا ہے یا اشد کا دروازہ بند کرتا ہے

اور اس میں قاعرا پنا تلخ بھی استعمال کرتا ہے۔ اس سے ہر قاعرا زیادہ سے زیادہ زور و زدن اور بد چیر قطع کرنے

کی کوشش کرتا ہے۔ مقطع کی حیثیت آخری ٹچ [Final touch] کی ہوتی ہے۔ جس طرح کوئی معرہ

اپنی قلبی تصویر کو آخری ٹچ دے کر اس کے لوک پاکست کر تا ہے اسی طرح قاعرا بھی مقطع بد زور

دیتا ہے۔

دیگر شعرا کی بہ نسبت گلاب کے مقطعی زیادہ مشہور رقص اور ہمشہارہ اپنی معنویت میں اشد، بحرہ،

اور اتنے بد چیر ہیں کہ لوگ مختلف مواقع پر ان کا استعمال کرتے نظر آجیے۔

(۱) تھی خبر کہ مگر گلاب کے دہنہ کے دہنہ دیکھنے پر بھی گئے تھے بد چیر لکھا ہوا

(۲) مشت بد زور نہیں ہے یہ دانتش ناب
 کدنگ نے نہ گلوہ کھانے نہ بنے دیر
 غالب۔ فتنہ کو بلا تھر بہا میں بذا ان کے اشد یا مقطوعہ زیور، ترابوی حقوق یا غیر مذہبی علمی حقوق میں
 مقبول میں۔ لیکن ایک نعت تکہ ایسا ہے جس نے نعت و مقبت اور قدسی شاعری کے حوالے سے
 بہادری شاعر کے تمام طعنے کو توڑ دیا ہے اور وہ ہے علی کا عظیم تر فاضل امام احمد رضا قدس سرہ العزیز۔

احسن دانش کشفہ بھی بات کہتے ہیں: — ”۱۲۱۱ھ امام احمد رضا خان مدظلہ العالی رحمۃ اللہ علیہ کیلئے نہیں ان
 کے عائد ان سے شعر و ادب اور خصہ صانکت کوئی لے رہے ہیں اپنی میں“۔ (خیال، خدا مرتبہ محمد مرید بہشتی
 مطبوعہ لاہور، ۱۹۸۲ء ص ۴۱)۔ امام احمد رضا نے نعت کوئی کو تو تھی تھی جہتوں سے آتش کیا ہی ہے بلکہ ماری
 اور شاعری کو تھی کہ مٹا کی ہے۔ لفظ جذبہ کی تعبیر کی کہ وہ یعنی مدد شاعری کو مراد مستقیمہ و غیرہ میں کیا ہے۔
 یہاں جالب امام احمد رضا کی شاعری مد تبصرہ مقصود نہیں۔ فرض یہ مایہ کون کے مقطوعہ بھی اپنی دلکشی،
 باکھن بولکہ، معنویت اور اثر پذیری میں انفرادی حیثیت کے حامل ہیں۔ مذہبی علمی اور مذہبی ادبی
 حقوق میں ان کے مقطوعہ بستی مقبول میں۔ مقررین، معنفین، معظرین اور عام علمی انھیں تقریروں،
 غریبوں، بحثوں اور بات چیت میں استعمال کرتے ہیں۔ چند مقطوعہ تو ایسے ہیں جنھیں عام علمی ادبی غریب
 تقریر اور مجلس و کھٹک میں بھی استعمال کیا جاسکتا ہے۔ جیسے

(۱) اے، ظاہر کا کہ وقت ہے
 دل کو تو آرام دہی جانے

۱۲۱۱ھ بے شک اپنے وقت پر عید و تاج ہے، آرام دہ راہ ہا لے دل کو آرام مل جاتا ہے۔ توجہ عام علمی
 اس مقطع کو خوب خوب استعمال کرتے ہیں۔ لکچرار سے یہ ضرب المثل کی ہی حیثیت رکھتا ہے۔
 (۲) نفس کے سہرے دام سے خیر دل کہ نہ لے کیا ہی وقت آخر میں مقطع فرمایا ہے۔

ظاہر و ضمنی بعد میں نہ آتا
 کہیں تم لے لے کھیں حد اسلئے اے
 اس مقطع میں غلط فہم اسلئے اے نے جان ڈال دی ہے۔
 اسی طرح یہ مقطع بھی ملاحظہ کیجئے۔

کیوں، خالق کی سوتی ہے
 اللہ پر ہے دعوہ ہا لے اے
 تو م کو بے مٹی سے نکال کر گھوڑ لے اور سدا کر لے کے ہے مقطع عام طور سے استعمال
 کیا جاتا ہے۔ حد باند اور بحر بحر، مقطع اور بھی دیکھئے۔

(۱) تو دور خا سے صاب لینا
 رضا بھی کوئی صاب میں ہے
 (۲) کدنگ خا ہے خیر خود خود بہ قید
 اچا ہے کہہ غیر مانیں نہ شر کر میں
 (۳) اور خا کے نیزے کی مد ہے کہہ ا کے سینے میں مد ہے

کسے ہوا جوئی ہوا ہے کہ یہ وار وار سے ہوا ہے

شعر میں ملائی کے ساتھ ساتھ شوخی ہوا، طرح لاری بھی ملاحظہ کریں۔ شعر ۱۲ میں طنز و لہجہ شریعت کا اندازہ
دلچسپ۔ آہنگ اور جمل لائق دید ہیں۔ مباحث و مناظرہ وغیرہ مواقع ہر ایک لفظ میں واقع ہوا کو لاکھ تے وقت ان
دولوں مقطعموں کا استعمال کیسا بکریل ہے۔
مقطع :-

ناک ہو جائیں وہ جل کر مگر ہم تو رخصا دم میں جب تک دم ہے ذکر ان ہاں سنا تے جائیں گے
گو منکرین مہلا مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیخ رڈ ہے اور خطباء و مقررین اسے خوب خوب بڑھتے ہیں۔
ویسے یہ اپنے کسی بھی سرگز عقیدت کی یادوار ذکر کے منکر کو لاکھ تے کیلئے بھی اس کے سامنے بڑھا جاسکتا
ہے۔ دیکھ مقطعموں کی طرح یہ قطع بھی ایک غزل، ایک تقریر اور غریبہ بھاری ہے اور ایک ضرب المثل
کی حیثیت اختیار کر گیا ہے۔
اس طرح یہ مقطع :-

کروں سے رح اہل دول و خاں سے اس بلا میں مری بلا میں کہ ابوں اپنے کریم کا سر او بن پادشاہ میں نہیں
یہ بھی اہل دنیا اور دنیا کے طالبین کا خوب صورت مگر غضب ناک رو ہے۔ مقطع چوٹی حیثیت کا حامل ہے۔
جب تک لوگوں نے ماشق مصطفیٰ امام احمد، خاں سے تانپدہ قطع ہر انج (اتر ہر دیش) کے لو اب کی شان میں
قصیدہ لکھنے کی فرمائش کی تو انہوں نے لاکھ کر یہ مقطع بڑھا دیا۔ پادشاہ کو الٹ دینے تو ان پادشاہ بھائی کا اور پادشاہ
بن یعنی روٹی کا ٹکڑا۔ خاں سے واضح کر دیا ان کا دین روٹی کا ٹکڑا یا لو اب تانپدہ کی قصیدہ خوانی نہیں ہے۔ وہ
تو اپنے کریم کے کہ ہیں درجہ جنسی شکوں میں تاجدار مانگتے پھرتے ہیں۔ خود خاں سے ایک غزل میں کہا ہے
اس گلی کا کہ ابوں میں جسمیں مانگتے تاجدار پھرتے ہیں

اور اسی غزل میں یہ مقطع کہا ہے :-

کوئی کہوں پوچھے تری بات خاں سے کہتے ہزار پھرتے ہیں

یہ شعر بھی چوٹی ہے۔ ۱۰ سرے اور آخری ججوزیدت کے موقع ہر سرحد ابد قرار صلی اللہ علیہ
و سلم کے مواعداہ اس کے سامنے خاں سے جب یہ لغت شروع کی جس کا مطلع ہے۔

وہ سوئے لاد زاد پھرتے ہیں ترے دن اسے بہلا پھرتے ہیں

اور جب مقطع :-

کوئی کہوں پوچھے تری بات خاں سے کہتے ہزار پھرتے ہیں

بڑھاتا اس وقت ماتھے کی آنکھوں سے حضور جان نور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیدت سے مشرف ہوئے سرحد کی

شان عالت کا کیا کہنا۔ لکھنا خاص میں تو مقام نگہ بند بھی سفارہ دہان کہتے ہیں اور حرم ہے کہنے

اے رفا کسی نگہ طیب کے ہاں بھی رہے
نگہ بند نہ تو نگہ بند خاتو نگہ بند خوش
میں

نہ سے وہ سے نگہ سے ہے شکوہ لب
خاتو قطع بھی قابل دید ہے ہر ان کے فانی رسول
ان کے تگہ عوی ہستی خا
میر یعنی کہتے ہیں

جس نے اس سفر کوئی پایا ہوا ہوں
اب اس سے مشق رفا کے یہ قطع کہتے
جن اول ہوش و خرد سب تو دے پئے
لے خاسب پئے دے پئے کو
خاتو یہ نہیں کہا کہ میں ہا ہا ہوں بلکہ یہ کہا "اے میں نہ ہوں خاتو کرے" گویا میں بھی ہوں کہ
مشق رفا کا لہجہ ہے

شہر دہلی، رسول اور رسول کو نین کے ہر ہاؤں سے مشق رفا قطع کہتے
کیا بات رفا جس حسن کر م کی
حسن کر م کی ترکیب قابل دید ہے
امام احمد رفا مشہور ترین قطع مانتے کہتے

ملک سخن کی شاعری تم کو رفا سلم
کے لوگوں نے لڑا رکھا ہے کہ یہ قطع خا کے نے درخ دہلی کے ہا تھا۔ لکھنا۔ بے نقی ہے
اگر درخ لے یہ قطع کہا ہوا تو دہلی حلقوں میں اسکا ذکر ضرور ملتا ہوگا۔ دہلی میں دہلی کے سرے ہر کوں میں بھی
ملتا ہوگا کہ خاچا عظیم المہر شاعر جس کے علم فضل ہو، فکر و فن کی روشنی میں دے دے لے تحقیق
علم تحقیق کی نظر سے کر رہے ہوں وہ کسی اور سے وہ بھی ایک شاعر سے شریک لکھنا دہلی میں عامل
کر لکھنا۔ خاتو یہ فن شاعری میں کسی کی سنائی یا گروہی بھی نہیں خاتو کی جسا کہ خود فرماتے ہیں
جس میں طبع ہے اسود و درخ شاکر دی
غیر متبہ طبع سے ہے جان ہوا

بہر کیف یہ رضا کا اپنا مقطع ہے اور انہوں نے دوسرے شعراء کی طرح اسے بطور نقل یا اقتدار امانیت کے لئے نہیں کہا ہے بلکہ قرین ثبوت کے طور پر کہا ہے۔ مصطفیٰ جان، حسرت علی اللہ علیہ وسلم کے عشق اور ان کی غلامی کے طفیل امام احمد رضا کو وہ علم اور ایسی امانت حاصل ہوئی کہ آج زمانہ علم و امانت کے عروج کے اس تیر تالیں سے تالیں تو اپنی حاصل کر رہا ہے۔

جب امام احمد رضا کا یہ مقطع حقیقت پر مبنی ہے۔ خن بھی شعرو شاعری لیا جانے تب بھی امام اس کی مملکت کے عاجز رہیں۔ انہوں نے خن کی ہر صفت غزل، قصیدہ، مثنوی، مسرورہ، رباعی، قطع وغیرہ میں اپنے فکر و فن کا سنگ بٹھوایا ہے۔ اور اگر خن سے مراد علم و فن لے لے جائیں تب بھی یہ حقیقت ہے جو اس سے زائد نقل اور عقلی علم و فنون میں امام احمد رضا نے تحقیق و تہ تحقیق کا جو کد بند انجام دیا ہے۔ وہ امام کی اس بات یا ان کے اس مقطع کا چیتا جا کاشیت ہے۔ اسی نقل کے تحت مقطع اور بھی ملاحظہ کیجئے۔

۱۔ طوطی، صفہاں سن کلام رضا بے زبان، بے زبان، بے زبان ہو گیا

۲۔ سہی کہتی ہے ہل ہل ہل جلا کہ خاک کی طرح عمریں

نہیں رہے میں و اصف شاہدی مجھے شرفی طبع خاک کی قسم

۳۔ جو کہے شعرو پاس شرع دونوں کا حسن کیوں کر آنے لائے عشق جلوہ زمرہ رضا کے

۴۔ اے رضا صفہ رخ پاک ستارے کے تے نذر دیتے ہیں جہن سرخ غزل غلوں ہم کو

۵۔ اے رضا جان عبادل ترے نقول کے جہ ہل ہل ہل مدینہ ترا کہنا کیا ہے

۶۔ گوج گوج ٹھٹھے میں نعلت رضا سے ہوسل کیوں نہو کس محفل کی مدحت میں اسٹھ ہے

۷۔ نگہ ستو ہے عشق کے دیوان میں اے رضا مشفق طبع لذت سوز جگر کی ہے

۸۔ رضا نے خست کیا کہنا بلب جلاو بیانی ہے شکہ نذر شیریں میں ہے شور و غول کا

رضا نے یہ مقطعے قدس ثبوت کے طور پر کہیں۔

امام احمد رضا کے مقطعے رنگہ آہنگ نزاکت و بافت اور معنی آفرینی کے جگہ گاتے ہوئے سندے

میں جس سے اردو شاعری کا آسمان منور اور آراستہ ہے۔

ساختہ از تحال :-

ہمارے دیرینہ مخلص و کرم فرما ڈاکٹر عبدالنیم عزیزی (بریلی) کی والدہ محترمہ کا کیم و سیم

۱۹۹۶ء کو انتقال ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کی مغفرت فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ قارئین

سے دعا کی درخواست ہے۔۔۔۔۔ (ادارہ)

تقبیل الالبھا میں دلائل و براہین کے آئینے میں

از: سید اولاد رسول قدسی مصباحی۔ ایم اے (انگلش)

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک سن کر انگوٹھے چومنے سے متعلق دلائل و براہین پیش کرنے اور معتبر شہین کے اقوال غاصد و کامد کے رد و تبلیغ سے پہلے حدیث کی نسبت سے چند اہم اصطلاحی باتیں پیش کی جا رہی ہیں تاکہ خواہم الناس کو حدیث سے کوئی فریب نہ رہ سکے۔

پہلے آپ یہ سمجھیں کہ حدیث کسے کہتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ اور تابعین کے اقوال، افعال و تقریر کو حدیث کہتے ہیں۔ حدیث کی اس تعریف کی روشنی میں حدیث کی تین بنیادی قسمیں ہوتی ہیں۔ (۱) حدیث مرفوعہ (۲) حدیث موقوفہ (۳) حدیث مقلدہ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول، فعل اور تقریر کو حدیث مرفوعہ، صحابہ کے قول و فعل کو حدیث موقوفہ اور تابعین کے قول و فعل کو حدیث مقلدہ کہتے ہیں۔ یہ تین حدیث کی بنیادی قسمیں لیکن راویوں کی کثرت و قلت کے اعتبار سے حدیث کی چار قسمیں ہیں۔ (۱) متواتر (۲) مشہور (۳) عزیز (۴) واحد

اسی طرح راویوں کے احوال کے اعتبار سے بھی حدیث کی چند قسمیں ہیں۔ (۱) صحیح لذاتہ و لغيرہ (۲) حسن لذاتہ و لغيرہ (۳) حدیث ضعیف (۴) حدیث موضوع

واضح رہے کہ حدیث موضوع در حقیقت یہ حدیث ہی نہیں ہے کیوں کہ اس میں اپنی گڑھی ہوئی باتوں کو سرکار کی طرف منسوب کر دیا جاتا ہے اسے مجازاً حدیث کہتے ہیں اس کے علاوہ کور و بالا حدیث کی تمام قسمیں حدیث کہلاتی ہیں البتہ سب کے مراتب جداگانہ ہیں۔ ان میں سے کسی ایک کا انکار گویا حدیث کا انکار ہے۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک سن کر انگوٹھے یا انگلیوں پر شہادت چوم کر آنکھوں سے نمالنے کے جواز سے متعلق واقعہ مقدس میں دلائل موجود ہیں۔ البتہ ہم جواز پر کوئی دلیل نہیں ہے۔ یہ میرا دعویٰ ہے کہ قیامت تک کوئی شخص اس کے ناجائز ہونے پر کسی معتبر کتاب سے دلیل پیش کر ہی نہیں سکتا۔

علماء محدثین نے اس امر حسن پر غایت رسول سیدہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، حضرت ریحانہ، سیدہ ام حبیبہ، حضرت خیرہ و غیرہم بھی معتبر و مستند شخصیتوں سے حدیثیں روایت فرمائی ہیں جو مقاصد حجت، جامعہ، موز، تلواری، صوفی، کنز العمال، رد المحتار و غیرہ مستند کتابوں میں آج بھی درخشاں و تابندہ ہیں۔ مثلاً علامہ امام شمس الدین سیوطی و بیہقی کے حوالے سے المقاصد الحسنہ فی الاما دیث الدائرہ علی السنۃ میں نقل فرماتے ہیں۔

لما سمع قول العوذ ان محمد رسول الله قال هذا و قبل باطلي الاسلطين
السبابيين و مسح على عينه فقال صلى الله عليه وسلم من فعل مثل ما فعل خليلي فقد حلة

کہ شفاعتی یعنی جب حضرت صدیق اکبر نے مؤذن کو اشہد ان محمد رسول اللہ کہتے عاتقی کیا اور اپنی شہادت کی انگلیوں کو آنکھوں سے لگائے تو حضور ﷺ نے فرمایا جو شخص میرے اس عبادت دوست کی طرف توجہ کرے گا میری شفاعت اس کے لئے حلال ہو گئی۔

یہی امام شافعی حضرت ابو العباس احمد بن ابی بکر کی کتاب موجبات الہدایہ و عزائم المغرۃ سے نقل فرماتے ہیں من قال حین یسمع المؤذن یقول اشہد ان محمد رسول اللہ مرحبا بحبی و قرۃ عینی محمد بن عبد اللہ ثم قبل ابہامہ و جعلہما علی عینہ لم یزل ابدا۔ یعنی حضرت حضرت علیہ السلام نے فرمایا جو شخص مؤذن سے اشہد ان محمد رسول اللہ بن کرے مرحبا صحت و قرۃ عینی محمد بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پھر دونوں انگوٹھوں کو چوم کر آنکھوں پر لگائے اس کی آنکھیں کھلیں گی۔

پھر آپ فقیر محمد بن حیدر خولانی سے روایت کرتے ہیں۔ من قال حین یسمع المؤذن یقول اشہد ان محمد رسول اللہ مرحبا بحبی و قرۃ عینی محمد بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ویقبل ابہامہ ویجعلہما علی عینہ لم یزل یزید۔ یعنی حضرت امام حسن نے فرمایا جو شخص مؤذن سے اشہد ان محمد رسول اللہ بن کرے مرحبا صحت و قرۃ عینی محمد بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پھر دونوں انگوٹھوں کو چوم کر اپنی آنکھوں سے لگائے تو وہ بھی اندھا ہو گا اور اس کی آنکھیں کھلیں گی۔

مرتب ثانیہ میں ہے۔ واعلم انہ يستحب ان یقال عند سماع الاولى من اشہادہ صلی اللہ علیک یا رسول اللہ وعند الثانیۃ منها قرۃ عینی بک یا رسول اللہ ثم یقال اللہم متعنی بالسمع والبصر بعد وضع ظفری الایہامین علی العینین فانہ صلی اللہ علیہ وسلم یکون لہ قائداً الی الجنۃ۔ یعنی جان لو بیشک اذان کی پہلی شہادت سننے پر صلی اللہ علیک یا رسول اللہ اور دوسری شہادت سننے پر قرۃ عینی بک یا رسول اللہ کہنا مستحب ہے۔ پھر اپنے انگوٹھوں کے باغین چوم کر اپنی آنکھوں پر رکھے اور کہے اللہم متعنی بالسمع والبصر تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایسا کرنے والے کو اپنے پیچھے جہنم میں لے جائیں گے۔

علامہ شاہی رد المحتار شرح در مختار میں یہی عبارت لکھ کر فرماتے ہیں۔ کذا فی کنز العباد قسطنطانی ونحوہ فی الفتاوی الصوفیہ وفی کتاب الفردوس من قبل ظفری ابہامیہ عند سماع اشہد ان محمد رسول اللہ فی الاذان انا قائدہ ومدخلہ فی صفوف الجنۃ۔

اسی طرح تفسیر روت البیان جلد ۳ ص ۶۸ میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز جمعہ ادا کرنے کے لئے محرم کی دسویں تاریخ کو مسجد میں تشریف لائے اور ایک تھون کے قریب بیٹھ گئے۔ حضرت ابو بکر نے اذان میں حضور ﷺ کا نام سن کر اپنے دونوں انگوٹھوں کے باغین کو اپنی آنکھوں پر بھیجا حضور نے فرمایا اب بکر جو شخص تمہاری طرف میرا نام سن کر انگوٹھے آنکھوں پر بھیجے اور جو تم نے کہہ دے خدا تعالیٰ اس کے تمام

نے پرانے اور غلام و باطن گناہوں کو درگزر فرمائے گا۔

۱۔ صرف یہ کہ مذہب حق کی کتابوں میں انگوٹھا چوسنے کو چاہئے مستحسن کہا گیا ہے بلکہ شافعی مذہب کی مشہور کتاب اعادۃ الظالمین ص ۲۳ اور مالکی مذہب کی مشہور کتاب کنز العمال الربانی ص ۱۶۹ میں ہے کہ جب اذان میں کوئی حضور ﷺ کا نام پائے تو درود شریف پڑھے۔ ثم یقبل ابہامیہ و یجعلہا علی عینیہ لم یعم ولم یرمد ابدانہ یعنی پھر انگوٹھے چوسے اور اذان کو آنکھوں پر رکھے تو نہ وہ کبھی اندھا ہو اور نہ کبھی آنکھیں دیکھیں گی۔

علاوہ ازیں تفسیر روح البیان جلد ۲ ص ۶۴۹ میں ہے۔ ان آدم علیہ السلام اشتاق الی لقاء محمد صلی اللہ علیہ وسلم حین کان فی الجنة فاوحی اللہ تعالیٰ الیہ ہو من صلبک ویظهر فی آخر الزمان فسال لقاء محمد صلی اللہ علیہ وسلم حین کان فی الجنة فاوحی اللہ تعالیٰ الیہ فجعل اللہ النور المحمدی فی اصبعۃ المصعبۃ من یرہ الیمینی فسمع ذالک النور ولذالک سمیت تلك الاصبع مصعبۃ کما فی الروض الفائق او اظهر اللہ تعالیٰ جمال حبیبہ فی صفاء ظفری ابہامیہ مثل المرأة فقیل آدم ظفری ابہامیہ ومسح علی عینیہ فصار اصلاً لذایتہ فلما اخبر جبریل النبی بهذه القصة قال علیہ السلام من سمع فی الاذان فقیل ظفری ابہامیہ و مسح علی عینیہ لم یعم ابدانہ۔

یعنی جب حضرت آدم کو جنت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات کا اشتیاق ہوا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی بھیجی کہ وہ تمہارے صلب سے آخر زمانے میں ظہور فرمائیں گے تو حضرت آدم نے آپ کی ملاقات کا سوال کیا تو اللہ نے حضرت آدم کے دائیں ہاتھ کے کمر کی انگلی میں نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم پرکھ دیا تو اس نور نے اللہ کی تسبیح پڑھی۔ اس واسطے اس انگلی کا نام کمر کی انگلی ہوا جیسا کہ روض الفائق میں ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کے جمال کو حضرت آدم کے دونوں انگوٹھوں میں ظاہر کیا تو آدم نے انگوٹھوں کو چوم کر آنکھوں پر پھیرا پس یہ سنت ان کی اولاد میں جاری ہوئی۔ پھر جب حضرت جبریل نے نبی کریم کو اس کی خبر دی تو آپ نے فرمایا جو شخص اذان میں میرا نام سنے اور اپنے انگوٹھوں کے مانشوں کو چوم کر آنکھوں سے لگائے تو وہ کبھی اندھا نہ ہوگا۔

۲۔ ان سب دلائل کے باوجود معترض یہ کہتا ہے کہ اعلیٰ حضرت مولانا امجد رضا خان نے بھی اپنی مایہ ناز کتاب فتاویٰ رضویہ میں حضرت صدیق اکبر رانی مدیث کو ضعیف کہا ہے۔ یہ قول محض اعلیٰ حضرت ہی کا نہیں ہے بلکہ بہت سارے محدثین و فقہاء نے اسے ضعیف کہا ہے۔ معترض نے اعلیٰ حضرت کے فتاویٰ ضعیف کو دیکھ لیا مگر ان کی دوسری عبارتیں جو تقریباً پچاس صفحوں سے زائد پر پھیل ہوئی ہیں ہمیں نہ کر دیا۔ یہ تو گستاخان رسول کا پرانا طریقہ ہے۔ کا ایک ہی طرف دیکھتا ہے بھلا دوسری طرف دیکھے بھی تو کیسے کیوں کہ دوسری آنکھ جو بند ہے۔

اعلیٰ حضرت ضعیف لکھنے کے بعد فرماتے ہیں کہ محدثین کا نفی صحت کو احادیث مرفوعہ کے ساتھ خاص کرنا صاف نہ رہا ہے کہ وہ احادیث موقوفہ کو غیر صحیح نہیں کہتے۔ مطلب اس کا یہ ہے کہ محدثین نے اس حدیث کو ضعیف مرفوع ہونے کے اعتبار سے کہا ہے نہ کہ موقوف کے اعتبار سے۔ یعنی یہ حدیث مرفوعہ کے اعتبار سے تو ضعیف ہے لیکن موقوف ہونے کے اعتبار سے صحیح ہے۔ یوں وجہ ہے کہ اعلیٰ حضرت نے ماطلی قاری کی عبارت نقل فرمائی ہے کہ آپ فرماتے ہیں۔ قلت و ادانیت رفعہ الی الصدیق رضى الله عنه فيكفي للعمل به لقوله عليه السلام عليكم بسنننا وسنة الخلفاء الراشدين یعنی صدیق اکبر سے ہی اس فعل کا ثبوت عمل کے لئے کافی ہے کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں تم پر لازم کرنا ہوں کہ میری سنت اور خلفاء راشدین کی سنت۔ حضرت صدیق اکبر سے کسی حدیث کا ثبوت عہد حضور ﷺ سے ثبوت ہے۔ اگرچہ بالخصوص حدیث مرفوعہ درجہ صحت تک مرفوع نہ ہو۔ اس سے پہلے میں نے حدیث کی بنیادی قسمیں مع تعریف اس لئے لکھ دی تھیں کہ آپ کو سمجھنے میں آسانی ہو اور معتبر فرض کے مکرو فریب سے آپ محفوظ رہیں۔ کس قدر تعجب ہے کہ حضرت ماطلی قاری تو اس حدیث کو عمل کے لئے کافی سمجھ کر معتبر فرض اس سے پہلو تھکی کرے۔ سرکار نے فرمایا تم پر لازم ہے میری اور میرے خلفاء کی سنت مگر یہ سنت کے مجموعے و عہد اور سرکار کے فرمان اور آپ کے بارگاہِ علیہ اول کی سنت سے گریز کر رہے ہیں۔ واضح ہو گیا کہ ان کی زبان تو سنت سنت کا رٹ بگاری ہے مگر ان کے دل میں سنت کی کوئی وقعت نہیں ہے۔

معتبر فرض کا یہ قول کہ صدیق اکبر ان حدیث کثروں سے۔ یہ کہنا صحیح نہیں کیوں کہ یہاں ضعیف کا لغوی معنی مراد نہیں ہے بلکہ اصطلاح معنی مراد ہے۔ دراصل ایک لفظ کے دو معنی ہوتے ہیں۔ ایک لغوی اور دوسرا اصطلاحی۔ لفظ ضعیف جب حدیث کے لئے استعمال ہو تو وہاں ایک خاص معنی ہی مراد ہوگا۔ ضعیف حدیث اس حدیث کو کہتے ہیں کہ جس کا کوئی راوی متقی یا قوی الحافظ نہ ہو یعنی حدیث صحیح میں جو صفات معتبر تھیں ان میں سے کوئی صفت نہ ہو۔ یاد رہے حدیث صحیح اس حدیث کو کہتے ہیں کہ جس کی اسناد متصل ہو پنج میں کوئی راوی پھونکا نہ ہو اور اس کے سارے راوی متقی، پرہیزگار اور قوی الحافظ ہوں۔ گویا صحیح اعلیٰ درجہ کی حدیث ہے۔ اور حدیث حسن اور حدیث ضعیف وسطی درجہ کی۔ اگر کسی کو ہم کہیں کہ یہ باشاوہ نہیں ہے تو اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ بھکاری ہے۔ اگر کسی کو کہیں کہ یہ تہجد گزار نہیں ہے اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ فاسق ہے تو پھر صحیح کے انکار سے ناقابل عمل ہونا کہاں سے ملازم آیا۔

اب آئیے حدیث ضعیف سے متعلق فقہاء اور محدثین کے اقوال سنئے۔ اس بات پر اجماع ہے کہ حدیث ضعیف فضائل اعمال میں معتبر ہے۔ جیسا کہ امام ابن حجر کی ماطلی قاری، امام محقق دوانی وغیرہ ہم بست سارے محدثین و فقہاء نے اس بات کی تصریح فرمائی ہے کہ حدیث ضعیف فضائل اعمال میں معتبر ہے جیسا کہ

امام شیخ الاسلام ابو زکریا کتاب الافکار المنتخب من کلام سید المراد میں فرماتے ہیں۔ قال العلماء من المحدثین والفقہاء، وغیرہم یجوز ویستحب العمل فی الفضائل ولتقریب والترہیب بالحديث الضعیف مالم یکن موضوعاً۔ یعنی محدثین و فقہاء وغیرہم علماء نے فرمایا کہ فضائل اور نیک بات کی ترغیب اور بری باتوں سے خوف دلانے میں حدیث ضعیف پر عمل جائز و مستحب ہے جبکہ موضوع نہ ہو۔ اسی طرح علامہ شامی رد المحتار جلد اباب الاذان میں فرماتے ہیں۔ علی انه فی فضائل الاعمال یجوز العمل بالحديث الضعیف۔ یعنی فضائل اعمال میں حدیث ضعیف پر عمل کرنا جائز ہے۔

ان سارے دلائل سے معلوم ہوا کہ حدیث ضعیف فضائل اعمال میں معتبر ہے۔ اس کا انکار جمالت و حماقت اور منکرات و کراہی ہے۔ کوئی پاگل ہی ہو گا جو اس قسم کی کفایات کرے گا۔ محدثین تو حدیث ضعیف کو معتبر نہیں مگر علماء غیر معتبر تھے بلکہ من ذالک۔ ایک قول کے مطابق قواعد کام میں بھی حدیث ضعیف معتبر ہے علامہ ازہری مرقاۃ موضوعات کبیر، مقدمہ مشکوٰۃ رسائل اصول الحدیث، ترمذی شریف وغیرہ میں ہے کہ اگر ایک حدیث چند ضعیف روایتوں سے مروی ہو جائے تو اب وہ ضعیف نہ رہی حسن بن علی۔ اسی طرح علماء کا ملین کے قائل ہیں کہ حدیث ضعیف حدیث حسن بن جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امام ترمذی فرماتے ہیں۔

حدیث غریب و ضعیف و اعلیٰ علیہ عند اهل العلم امام ترمذی کے اس قول کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ یہ حدیث ہے تو ضعیف، ناقابل عمل، مگر علماء امت نے اس پر بے وقوفی سے عمل کر لیا اور سب گمراہ ہو گئے بلکہ مطلب یہ ہے کہ حدیث روایت کے لحاظ سے ضعیف تھی مگر علماء امت کے عمل سے قوی ہو گئی۔ یعنی قویا علی قاری کے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۲ ص ۱۰۲ میں فرماتے ہیں۔ قال النووی واسنادہ ضعیف نقصہ میرک فکان استر مازی یرید تقویۃ الحدیث بعمل اهل العلم۔ یعنی علامہ نووی نے فرمایا کہ اس کی سند ضعیف ہے اس کو میرک نے نقل کیا اس قول سے امام ترمذی کی مراد یہ ہے کہ اہل علم نے عمل سے حدیث ضعیف سے قوی ہو جاتی ہے۔

اسی طرح مجتہد کے استدلال سے بھی حدیث ضعیف سے قوی ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ رد المحتار میں ہے ان المعتمد اذا استدلل بحديث کان تحسب له کما فی التحریر وغیرہ یعنی کسی حدیث سے کسی مجتہد کا استدلال اس کی صحت میں ہے جیسا کہ تحریر وغیرہ میں ہے۔

یہی ماسخین کے عمل سے بھی حدیث ضعیف کو قوت مل جاتی ہے۔ جیسے مملوۃ حبیب جس روایت سے ثابت ہے وہ ضعیف ہے ایسے ہی وضو کے اعضاء کے دھونے کی مختلف دعائیں بھی احادیث ضعیفہ سے ثابت ہیں مگر یہ سب کے سب معتبر ہیں اور ان پر عمل بھی کیا جاتا ہے۔

الآثار المرفوعہ ص ۳۳ میں ہے قال البہیقی کان عبد اللہ بن مبارک بصیلہا وتد اولہا الصالحون یعلیہ عن بعضہم بعض وغی ذالک تقویۃ للحديث المرفوع امام بیہقی نے فرمایا کہ

حضرت عبداللہ بن مبارک صلوٰۃ تسبیح پڑھا کرتے تھے اور بعد کے مسلمانوں کو ایک دوسرے سے اخذ کرنے پڑھتے تھے۔ اس وجہ سے اس حدیث میں فوج کو قوت مل گئی۔

اسی طرح تجربہ اور کشف سے بھی حدیث ضعیف کو قوت مل جاتی ہے جیسا کہ صاحب مراقبہ اور صاحب شریعت شفا نے فرمایا ہے۔

مذکورہ بالا شواہد سے یہ بات مترشح ہو گئی کہ ضعیف حدیث جمہوری غلط یا گڑھی ہوئی حدیث کو نہیں کہتے بلکہ محدثین نے محض احتیاط کی بنا پر اس حدیث کا درجہ پہلے درجہ صحیح اور حسن سے کچھ کم کر رکھا ہے لیکن فضائل افعال میں علی الاطلاق اجماعاً معتبر ہے۔ غائیہ کی تفصیل الایمان والی حدیث قدر مرتفع کے اعتبار سے ضعیف مان لیا جائے تو بھی یہ معتبر ہے کیوں کہ اس کا تعلق فضائل افعال سے ہے۔ لہذا یہ کہ اس حدیث کو موقوف صحیح ہونے پر کوئی کلام نہیں۔

حدیث ضعیف کو ضعیف سمجھ کر عمل نہ کرنے کے سلسلے میں ایک مہر تاکہ واقعہ ثابت فرمائیں۔ علامہ شباب الدین غفاری نسیم الریاض میں اور علامہ سید احمد لطیفی حاشیہ در مختار میں نقل فرماتے ہیں کہ بعض احادیث میں آیا ہے کہ بدھ کے دن ماخن ترشوالیاں سے برص کی بیماری نہ جاتی ہے۔ علامہ ابن الحاج نے اس خیال سے کہ یہ حدیث صحیح نہیں بدھ کے دن ماخن ترشوالیاں انہیں برص ہو گئی۔ خواب میں حضور تشریف لائے اور حضرت ابن الحاج سے فرمایا کہ تم نے نہیں سنا تھا کہ میں نے اس سے منع فرمایا ہے۔ عرض کیا یا رسول اللہ وہ حدیث میرے نزدیک ثابت نہیں۔ فرمایا اتنا کافی تھا کہ وہ حدیث میرے نام سے تمہارے کان تک پہنچی تھی پھر حضور نے اپنا دست مبارک من کے بدن پر پھیرا تو مجھے ہو گئے۔ اسی وقت توبہ کی اب کبھی حدیث من کر مخالفت نہ کروں گا۔ اس واقعہ سے سرکار کا نام من کو انگوٹھا چھوئے والی حدیث کو ضعیف بمعنی قابل عمل سمجھنے والوں کو عبرت پکڑنا چاہیے۔

ابن قمام باتوں سے روز روشن کی طرح عیاں ہو گیا کہ سرکار کا نام من کو انگوٹھا چھوئے جانتا مستحب سنت آدم و حوا ہے نیز اسلاف کرام کا طریقہ ہے۔ اس سے منحرف ہو اجماع، حماقت اور گمراہی کی شکل ہوئی و نکل ہے۔

لہذا اتمام ہونے والے مسلمانوں سے گزارش ہے کہ اس قسم کے پاپوں کو بچھڑا کر پورے سر سے خود کو اور رکھیں۔ اور ساتھ ساتھ ایمان کے ٹیڑوں سے ہوشیار رہیں کہ شیطان کو دوسرے ڈالنے میں دیر نہیں لگتی۔

بشکریہ جناب خلیل احمد رائی صاحب

پیشکش: محمد احمد ترازوی

انگریز، انگریزی حکومت اور امام احمد رضا

از قلم :- عبدالخالق رضوی مصباحی

دارالعلوم غوثیہ مہلی۔ کراچیک

اس میں کوئی شک نہیں کہ امام احمد رضا چودھریں صدی کے عہد اسلامیات کے ماہر اور سیاسیات کی تہ در تہہ پارکیوں سے بخوبی واقف تھے۔ ان کے زمانہ ہی میں نہیں بلکہ ان سے کئی صدی پیشتر بھی ایک وقت علومِ کلیہ و کلیہ کا ان سے بڑھکر کوئی ماہر نہ گذرا۔ مزید یہ کہ امام احمد رضا ان لوگوں میں سے تھے جو دارورسن کے پھندوں کو چوم کر اور توپ و تفنگ کے دہانے پر کھڑے ہو کر اعلانِ حق و صداقت کیا کرتے ہیں۔ شریعت کے یہ مقابل مصلحت نام کی کوئی چیز ان کے یہاں نہ تھی۔ شریعت کی روئے بھروسہ کرنے کے کسی کی دلجوئی کرنا انھوں نے کبھی سیکھا ہی نہ تھا۔ باطل قوتوں سے مرعوب ہو جاتا تو وہ جانتے ہی نہیں تھے۔ ان کے یہاں شریعت بیضا کے زیر اصول کی روشنی میں مخالفت و موافقت کا رویہ اختیار کیا جاتا تھا۔ ان کے دل و دماغ کو نہ تو انہوں کی اپنائیت موز سکتی تھی اور نہ ہی غیروں کی اجنبیت برمسخت کر سکتی تھی۔ شریعت سے مرعوب و غافل کرنے کی صورت میں جس طرح وہ غیروں کو متنبہ کیا کرتے تھے بالکل اسی طرح سے انہوں پر بھی ان کی گرفت سخت تھی۔

امام احمد رضا صحیح العقیدہ مسلمانوں کے علاوہ ہر ایک سے دامن کشاں رہا کرتے تھے اور حتی المقدور ان سے گفت و شنید سے اجتناب و احتراز کیا کرتے تھے۔ جس دور میں امام احمد رضا تولد افروز ہوئے اس وقت انگریزی حکومت شباب پر تھی اور آپ کی پوری زندگی انگریزی ہی دور اقتدار میں بسر ہوئی۔ باوجود اس کے کہ ہندوستان میں انگریز حکمران کی حیثیت سے تھے مگر آپ ان سے بھی شدید تنفر اور بیزاری کا اظہار کرتے تھے۔ جیسا کہ آپ کے خلیفہ علامہ برہنہ الحق جیلواری علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں۔

”ایک دن (قیامِ جہاد کے دور میں) بعد نماز عصر تفرغ کے لئے ابھی پر کن میراج فیکٹری کی طرف نکلے۔ فوجی گوروں کی پارٹی فیکٹری سے اپنے اپنے کوارٹروں کی طرف جاری تھی۔ انہیں دیکھکر حضرت امام احمد رضا نے فرمایا۔ ”کم بحث بالکل بند رہیں۔“

جیسا یوں کی تنبیہ کرتے ہوئے ایک مقام پر آپ خود تحریر فرماتے ہیں۔

”اللہ اللہ یہ قوم یہ قوم یہ سراسر جہنم۔ یہ لوگ جنہیں نہ عقل سے لاگ، جنہیں جنون کا روگ۔ یہ اس قابل ہوئے کہ خدا پر اعتراض کریں۔ اور مسلمانوں کی لغویات پر کان دھریں۔“

امام احمد رضا انگریزی پکڑیوں میں مقدمات فیصلہ کرانے کو ذہر بلائیں سمجھتے تھے اور ملک مد تک اس سے باز رکھنے کی کوشش کرتے۔ اس سلسلہ میں ایک تجویز پیش کرتے ہوئے آپ نے کہا۔

”لو اباً متناہد و دہن باتوں کے جن میں حکومت کی دست اندازی ہو اپنے تمام معاملات اپنے ہاتھ

میں لیتے اپنے سب مقدمات اپنے آپ فیصل کرتے یہ کراڑوں روپے جو اشامپ و کالت میں گھسے جاتے ہیں۔
گھر کے گھر جلا ہو گئے اور ہوئے جانے ہیں محفوظ رہتے۔" ۱

جو شوق دیکھ رہی ہو تو دیکھنے والو

نقاب سے جو چمن جائے وہ نظر لاؤ

عد تو یہ ہے کہ امام احمد رضا اور برابر بھی انگریزوں کو قائد و پہنچانا جائز نہیں سمجھتے تھے۔ جیسا کہ اس واقعہ سے ظاہر ہے کہ۔

"مولانا محمد حسین بریلوی میرٹھی حاجی علاؤ الدین کے ہمراہ اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے ان کے مابین جو گفتگو ہوئی مولانا محمد حسین کی زبانی سنئے۔ فرماتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت نے دریافت کیا کہ آپ کے خطوط آتے ہیں ان میں کثرت زیادہ لکھے ہوتے ہیں۔ حالانکہ دو پیسے میں لفاظ آتا ہے۔ حاجی صاحب (علاء الدین) نے فرمایا کہ حضور! دو پیسے کے ٹکٹ تو عام لوگوں کے خط میں لگائے جاتے ہیں۔ فرمایا کہ بلا وجہ نصاریٰ کو روپیہ پہنچانا کیسا؟ حاجی صاحب نے تسلیم کیا اور پھوڑے کا مدد کیا۔" ۲

امام احمد رضا بنیت محمود انگریزی تعلیم کے مخالف نہ تھے جیسا کہ انگریزی پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ کا جواب دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔ "ذی علم مسلمان اگر ضیعت رو نصاریٰ انگریزی پڑھے اجر پائے گا۔ اور دنیا کے لئے صرف زبان سیکھنے یا حساب قیاس جغرافیہ جائز علم پڑھنے میں حرج نہیں۔ بشرطیکہ ہر تن اس میں مصروف ہو کر اپنے دین و علم سے غافل نہ ہو جائے۔۔۔۔۔" ۳

مگر انگریز جس جوش و خروش کے ساتھ انگریزی تعلیم کی نشر و اشاعت میں مصروف تھے اور مسلم عوام مراقب سے بے خبر ہو کر دینی تعلیم سے زیادہ اس میں دلچسپی لینے لگے تھے۔ انکی وجہ سے اسلام پر جو معصرت رساں اثرات پڑ رہے تھے۔ اس کا مدد کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔

"انگریزی اور بے سود و تضحیق اوقات تعلیم میں جن سے کچھ کام دین تو دین دنیا میں بھی نہیں پڑتا خیال رہے کہ یہ اس وقت کی بات ہے جبکہ انگریزی تعلیم ہندوستان کی سر زمین پر گودوں میں جھول رہی تھی پھر صرف اس لئے رکھی گئی ہیں کہ لڑکے اس آں مسملات میں مشغول رہ کر دین سے غافل رہیں۔ ان میں حمیت دینی کا مادہ ہی پیدا نہ ہو۔ وہ یہ جانتیں ہی نہیں کہ ہم کیا ہیں اور ہمارا دین کیا ہے۔" ۴

انگریزوں کی پکھری سے نفرت کا عالم یہ تھا کہ آپ نے اس میں نہ جانے کا عہد کر رکھا تھا۔ جیسا کہ سید الطاف حسین بریلوی رقمطراز ہیں۔

"اس طرح سے حضرت (امام احمد رضا) کا عہد تھا کہ وہ کبھی انگریز کی بدولت میں نہ جائیں گے۔ اس کا سب سے زیادہ مشہور واقعہ جو میرے مشاہدہ میں آیا علماء بدایوں سے نماز جمعہ کی اذان ثانی "تزد مہربا صبحت مہربا" کے مسئلے پر اختلاف تھا۔ جس بنا پر مقدمہ بازی تک نوبت یہ نہ پہنچی۔ اہل بدایوں عدلی تھے اور انہوں نے اپنے ہی

شرکی عدالت میں استغاثہ دائر کیا تھا۔ مولینا صاحب کے ہم عدالت سے کمن آیا اس پر آپ حاضر نہ ہوئے تو
 احتال گرفتاری کی بنا پر ہزاروں ہزار عقیدت کیش مولینا صاحب کے دولت کدے پر جمع ہو گئے نہ صرف جمع
 ہوئے بلکہ آس پڑوس کی سڑکوں اور گلیوں میں باتے دھڑیر سے ڈال دیئے۔ رات دن اس عزم کے ساتھ چوکی
 ہونے لگی کہ جب سب جان قربان کر دیں گے تو قانون کے کارئے مولینا کو ہاتھ لگا سکیں گے.....
 میرا خیال ہے کہ مولوی حسرت انصاری صاحب (بدریہ لاہوری) کی کوشش سے مقدمہ مذکور اس طرح خارج ہو گیا
 کہ مولینا احمد رضا خان صاحب کی بات قائم رہی یعنی دو ایک مرتبہ بھی حاضر عدالت نہ ہو سکے۔

راہ خود بخود کے بتاتی ہے نشان منزل

چلنے والا بھی تو ہو کوئی گردش ایام کے ساتھ

سنی سنائی افواہوں پر کان دہرنے کے بجائے جن علماء مفکروں اور دانشوروں نے حضرت رضا کی
 شخصیت شب اور روز اور تحریروں کا مطالعہ کیا ان پر یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو گئی کہ امام احمد رضا کس درجہ
 انگریزوں کے مخالف تھے۔ انھیں انگریزوں سے کتنی عداوت، دشمنی، تنفر اور بیزاری تھی یہاں ان بیشار
 دانشوروں کے اقوال و تاثرات میں سے چند نقل کئے جا رہے ہیں۔ ان کی روشنی میں شاید آپ کو بھی صحیح منزل کا
 سراغ مل سکے۔ اور برسوں سے سنی سنائی افواہوں کی حقیقت معلوم ہو سکے۔
 پروفیسر مسعود صاحب لکھتے ہیں۔

”کہا یہ جاتا ہے کہ امام احمد رضا انگریز کو چاہتے تھے۔ اس سے محبت کرتے تھے۔ اس کے اشاروں پر
 چلتے تھے۔ مگر جب شواہد کو کھنگالا گیا اور حقائق کا مشاہدہ کیا گیا تو اس جاہل و محبت کا دور دور تک پتہ نہ چلا۔ اس
 جس نے الزام لگایا اس کا دامن و انداز نظر آیا اور جس پر الزام لگایا وہ بے داغ نظر آیا، یہ وہ مقام ہے جہاں
 حیرت کو حیرت ہے۔ ہر پہلو سے دیکھا گیا۔ انگریزوں کے ساتھ دوستی و محبت کی جھلک تک نظر نہ آئی۔“
 سید الطاف علی بریلوی کا اعتراف حقیقت ملاحظہ کیجئے۔

”سیاسی نظریے کے اعتبار سے حضرت مولینا احمد رضا خاں بلاشبہ حریت پسند تھے۔ انگریز اور
 انگریزی حکومت سے دلی نفرت تھی۔ شمس العلماء قسم کے خطاب و غیرہ کو حاصل کرنے کا ان کا اور ان کے
 صاحبزادگان مولینا حامد رضا خاں، مصطفیٰ رضا خاں صاحب کو کبھی تصور بھی نہ ہوا۔ والین ریاست اور حکام وقت
 سے قطعاً دور رہتے تھے۔“

پروفیسر سید فاروق القادری کے تاثرات دیکھئے۔

”برصغیر میں انگریز سامراج کے تسلط کے بعد خطرہ پیدا ہو گیا تھا کہ کہیں مکار انگریز دینی و دنیاوی
 تعلیم میں تفریق کے ذریعے اس مذکورہ رشتے کو توڑ دے۔ تعلق کو کمزور کرنے میں کامیاب نہ ہو جائیں جو درحقیقت
 مسلم قوم کی ستارہ حیات ہے کہ ایسے میں اللہ تعالیٰ نے فاضل بریلوی (مولینا احمد رضا خاں) ایسی جامع الصفات

شخصیت کو اس جذبے اور ستارے کی حفاظت کے لئے مامور فرمایا، ان کے خلاف طرح طرح کی ہتھکنڈیں کی گئیں۔ غلام باغیہ منسوب کی گئیں۔ مگر وہ اللہ کا بندہ بلا خوف و ہراس تھا، اپنی راوی پر چلتا رہا تا آنکہ اس نے برصغیر کی غالب مسلم اکثریت کو اس کا بھولا ہوا سبق یاد دلادیا۔

حقول اقتباسات سے شاید فکر، نظر، شک و یقین کے درمیان چکولے کھاری ہو کہ یہ توہن کے معتقدین کی تحریریں ہیں جو عام طور سے بشری کمزوریوں سے پہلو قحی کرتے ہوئے تعریف و توصیف کی فلک تار مار میں کھڑی کر کے لوگوں کو دعوت نکھار دیا کرتے ہیں اگر ایسی بات ہے تو آپسے چننا ایسے اقتباسات ملاحظہ کیجئے جو انہوں کے نہیں غیروں کے ہیں، شاخاؤں کے نہیں ٹکڑیوں کے ہیں، جیون کے تدریج و تکرار اور عقیدہ کے موافق نہیں بلکہ مخالف ہیں۔ چون تو ان کے عقائد ارادت سے تعلق رکھتے ہیں اور نہ ہی اہل غاندھن سے جنگی نکالیں سٹی نہیں بلکہ مقابل ہیں۔ جو کسی عقیدہ میں بنے کے مادی نہیں بلکہ حقیقت کو پرکھنے کے ذمہ دار ہیں۔

الہمدیہ برادری سے تعلق رکھنے والے معروف انشاء پرداز جناب کوثر نیازی صاحب پاکستان امام احمد رضا کی شخصیت پر تبصرہ کرتے ہوئے اپنے قلبی تاثرات بایں الفاظ زیب قلم کرتے ہیں۔

"ایک ایسا مرد مومن جسے انگریزی سائراج سے اتنی نفرت ہو کہ وہ اس کی پکھری میں جانے کو حرام سمجھتا ہو۔ جو مقدمہ قائم ہونے کے باوجود اس کی عدالت میں نہ گیا ہو جو خط لکھتا ہو تو کارڈ اور لفافے کی انٹی طرف پتہ لکھتا ہو تاکہ انگریز بادشاہ اور ملکہ کا سر نہ بھانپ کر آئے جس نے اپنی رفاقت سے دو گھنٹے پہلے یہ وصیت کی ہو کہ اس والاں سے لاٹک میں آئے ہو وہ تمام خطوط جن پر ملکہ اور بادشاہ کی تصویر ہے اور روپے پیسے جن پر یہ تصویر ہیں سب باہر پھینک دیئے جائیں تاکہ فرشتے ہائے رحمت کو آنے میں دشواری نہ ہو۔ اس کے بارے میں یہ کہنا کہ وہ انگریز کا حامی تھا۔ ایسا ہی ہے جیسے کوئی کہے کہ سورج عکس پھول بدبو چاند گرمی، سمندر خشکی، بہار بھڑ، مباح صرہ پانی عدت ہو اچھ اور حکمت جمالت کا دوسرا نام ہے۔"

پاپوش میں لٹائی کرن آفتاب کی

جوبات کی خدا کی قسم لا جواب کی

"صاحب طرز ادیب اور مشہور نقاد جناب شوکت صاحب صدیقی پاکستانی کے رہنما کس کی روشنی میں حقیقت کا اندازہ لگائیے۔ ان (امام احمد رضا) کے بارے میں وہابیوں کا یہ الزام کہ وہ انگریزوں کے پروردہ یا انگریز پرست تھے۔ نہایت گمراہ کن اور شرانگیز ہے۔ وہ انگریزوں اور ان کی حکومت کے اس قدر کٹر دشمن تھے کہ لفاظ پر ہمیشہ ان کا کٹ لگاتے تھے۔ اور برملا کہتے تھے کہ میں نے جہاد جہم کا سر نہ بھانپ کر دیا۔

انہوں نے زندگی بھر انگریزوں کی عکرائی کو تسلیم نہیں کیا۔ مشہور ہے کہ مولانا احمد رضا خاں نے کبھی عدالت میں حاضری نہ دی۔ ایک بار انہیں ایک مقدمہ کے سلسلے میں عدالت میں طلب بھی کیا گیا مگر انہوں نے توہین عدالت کے باوجود حاضری نہ دی اور یہ کہہ کر نہ دی کہ "میں انگریز کی حکومت ہی کو جب تسلیم نہیں کرتا

تو اس کے عدل و انصاف اور عدالت کو کیسے تسلیم کروں۔" کہتے ہیں انہیں گرفتار کر کے عدالت میں حاضر ہونے کے احکامات جاری کئے گئے۔ بات اتنی بڑھی کہ معاملہ پولیس سے گزر کر فوج تک پہنچا مگر ان کے جاں نثار ہزاروں کی تعداد میں سر سے کفن باندھ کر ان کے گھر کے سامنے کھڑے ہو گئے آخر عدالت کو اپنا حکم لینا پڑا۔"

۱۲

نیز انہیں کاپہ بیان بھی غور سے پڑھنے کے لائق ہے۔

"مولانا احمد رضا نے کبھی انگریزوں کی عدالت سے وابستہ رہنے نہ ان کی حمایت میں کبھی فتویٰ دیا۔ نہ کبھی اس بات کا کسی طور اظہار کیا۔ ہم اذکم میری نظر سے ان کی کوئی ایسی تحریر تقریر نہیں گزری۔ اگر ایسی کوئی بات سامنے آتی تو اس کا ضرور ذکر کرتا۔ اس لئے کہ نہ میرا ان کے مسلک سے تعلق ہے نہ ان کے خالو اوسے سے لہذا اشواہ احمد رضا خاں کو علمائے مو کے ذمے میں شامل کرنا سراسر بہتان اور حماقت ہے۔"

۱۳

مذکورہ بالا سطور کی روشنی میں یہ بات واضح ہو گئی کہ امام احمد رضا کی پوری زندگی اگرچہ انگریزوں ہی کے دور اقتدار میں بسر ہوئی مگر اس کے باوجود بھی آپ انگریزوں کے شدید مخالف تھے۔ ہندوستان کی سر زمین پر آپ انگریزوں کو غاصب اور ظالم نہ کہتے تھے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ امام احمد رضا کو انگریزوں سے جتنی دشمنی تھی شاید ہی ان کے زمانے میں ان سے زیادہ کسی اور کو رہی ہو۔ امام احمد رضا کا یہی وہ نصاب قیاس کی وجہ سے وہ صرف اپنے معاصرین ہی سے نہیں بلکہ بہت سارے پیش روں سے بھی نمایاں طور پر ممتاز نظر آتے ہیں۔ اقتدار زمانہ کے ساتھ ساتھ مخالف نکھر کر سامنے آ رہے ہیں۔ تحقیق و تلاش اور تحقیق و تدقیق کی باندہ شعائیں ان مبعری اور ہشت سنج شخصیت کی صحیح تصویر پر پڑ رہی ہیں۔ رفتہ رفتہ کذب و افترا کی دیر چادر تار تار ہو رہی ہے اور سچائی اپنا لوہا منواری ہے۔

منزل خود آگئی کا قرب بڑھتا جائے ہے

ہوش کھوتا جائے ہے پر وہ سالنقا جائے ہے

حوالہ جات

- ۱۔ اکرام امام احمد رضا۔ ص ۹۱ ہشر مجلس العلماء مظفر پور۔ بہار۔
- ۲۔ اصمصام علی مملک فی قیہ علوم الادر عام۔ ص ۲۱ مطبوعہ لاہور پاکستان۔
- ۳۔ تدبیر فلاح و نجات و اصلاحات
- ۴۔ حیات اعلیٰ حضرت جلد اول۔ ص ۱۴۰ مطبوعہ مرکزی مجلس رضا لاہور ۱۹۹۲
- ۵۔ فتاویٰ رضویہ جلد نہم۔ ص ۹۹ ہشر رضا اکیڈمی بمبئی۔
- از: امام احمد رضا بریلوی
- از: امام احمد رضا بریلوی
- بقیہ مشا

صدر الشریعہ اعظمی۔ ایک مختصر تعارف

از: مولانا محمد عبدالمکین نعمانی

دارالعلوم قادریہ۔ چنایا کوٹ۔ یوپی

ہندو پاک۔ بنگلہ دیش اور نیپال پر جس عظیم ہستی کا فیضان علمی اور دینی کر چھایا ہوا ہے اسے دنیا صدر الشریعہ مولانا محمد علی اعظمی کے نام سے یاد کرتی ہے، اور اب تو ان کا حساب علم یورپ و امریکہ اور افریقہ کے خطوں کو بھی سیراب کر رہا ہے، اسی مادرِ زمیں شخصیت، میدانِ تدریس کے شہسوار اور فنِ حدیث و فقہ کے یکتائے روزگار عالم دین اور دینی کمال کا (۲ ذی قعدہ ۱۳۱۱ھ) کو پچاسواں عام وصال جشنِ زمر میں کے طور پر منائے گا اہتمام کیا جا رہا ہے۔ تاکہ موجودہ نسل کو آپ کے علمی و دینی کارناموں سے بھرپور انداز میں روشناس کرایا جاسکے۔

اول میں اس فقیدِ بے مثال کی حیات کے چند اہم گوشوں کو نہایت اجمال کے ساتھ پیش کیا جا رہا ہے۔ انشاء اللہ مستقبل قریب میں ایک متوسط پھر عظیم سوانحِ حیات منظرِ عام پر لائی جائے گی۔

مولد و مسکن

صدر الشریعہ بدرالطریقہ حضرت مولانا مفتی محمد احمد علی اعظمی رضوی بن مولانا حکیم بہمال الدین بن مولانا خدا بخش بن مولانا خیر الدین (رحمہم اللہ تعالیٰ) علیہ السلام کے موسیٰ ضلع شونہ (یوپی انڈیا) کے ایک علمی و دینی خاندان سے پیدا ہوئے سنِ ولادت ۱۲۹۶ھ ۱۸۷۹ء ہے، آپ مسکافانی حنفی اور شریاب قادری رضوی تھے۔

تعلیم

ابتدائی تعلیم دادا جان سے حاصل کی اور اپنے بڑے بھائی مولانا محمد صدیق محمد سوی علیہ الرحمہ سے درسِ نظامی کا آغاز کیا پھر انھیں کے مشورے سے مدرسہ حنفیہ جو پور کا رخ کیا جہاں استادِ اشاعت و شیخ المسحولات حضرت مولانا ہدایت اللہ خان رامپوری (حکیم حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی) سے اکتسابِ علم کر کے سندِ فراغِ حاصل کی پھر استوگرانی ہی کے مشورے سے حافظہ حدیث سند الحدیثین حضرت مولانا وصی احمد محدث سورتی علیہ الرحمہ کی خدمت میں ذائغے ادب سے کیا اور صحاح ستہ و شریح معانی القرآن و کتاب الآثار کا قرآن و سہ ماہی درس لے کر ۱۳۲۰ھ میں سند حدیث حاصل کی اور پھر جمہوری نور لکھنؤ جاکر حاذق الملک حکیم عبد الولی لکھنوی سے دو سال رو کر علم طب میں سند تکمیل حاصل کی۔

تدریس

علوم و فنون میں مہارت حاصل کرنے کے بعد ۱۳۲۲ھ ۱۹۰۳ء سال استاذِ گرامی حضرت محدث

سورتی کے مدرسہ۔ "مدیریت المدیث" میں درس دیا پھر ایک سال پندرہ میں طلبہ کیا۔" کے بعد حضرت محدث سورتی کے علم اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری فاضل بریلوی قدس سرہما کی طلب پر بریلی شریف حاضری ہوئے اور مدرسہ مظاہر اسلام سوڈان میں بریلی میں تدریسی خدمات پر مامور ہو گئے۔ اور عرصہ دراز تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ اسی دوران مجدد وقت اعلیٰ حضرت امام اہل سنت علیہ الرحمہ والرحمہوں کے شب و روز دیکھنے کا موقع ملا زہد و تقویٰ اور شریعت و طریقت کی مکمل پاسداری اور حق و سبب میں ادبی ہوئی زندگی نے دل میں گہرا کر لیا۔ مرشد کی تلاش تھی ہی امام بریلوی کے ہاتھ پر بیعت ہو کر سلوک کی منزلیں سے کہیں ساتھ ہی فاضل بریلوی کی بارگاہ میں رہ کر فقہ و فتویٰ کی مزید مہارت بھی حاصل کر لی۔ گویا امام اہل سنت آپ کے مرشد طریقت بھی ہوئے اور استاذ شریعت بھی، فن معقولات میں مہارت اور علوم حدیث میں ورک تو تھای اعلیٰ حضرت کی صحبت بابرکت نے سونے پر سناگہ کا کام کیا۔ اعلیٰ حضرت نے آپ کو اجازت و خلافت سے بھی سرفراز فرمایا اور منہات حدیث سے بھی نوازا۔ تقریباً اٹھارہ سال شیخ کامل اور مجدد وقت کی بارگاہ سے اکتساب فیض کر کے آپ کے ظاہری و باطنی کمال کا سوا بالکل کھرا گیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا آپ کو صدر الشریعہ اور یدِ الطریقہ کے عظیم و موزوں لقب سے یاد کرتی ہے۔ اور آپ کے علم کا آفتاب آج پوری دنیا کو اپنی کمرنوں سے منور کر رہا ہے۔ اور ہندو پاک میں دوسرا کوئی مدرسہ نہیں نظر آتا جس کا فیض اس قدر عام و تمام ہو اور جس کے ذمہ تلامذہ کی کوئی مثال نہ پیش کی جاسکتی ہو، آج دنیا بھر اسلام کے لاکھوں علماء اسی بحر علم سے فیضیاب ہو کر دعوت و تبلیغ اور تعلیم و تدریس کا مقدس فریضہ انجام دیتے نظر آ رہے ہیں۔

پہلی بحیثیت اور بریلی شریف کے علاوہ آپ نے مدرسہ حافظیہ دادوں، علی گڑھ مدرسہ حنفیہ پندرہ مدرسہ معینہ امیر شریف اور مدارس میں تدریسی فرائض انجام دیئے۔

دینی خدمات :- حضرت صدر الشریعہ اعظمی علیہ الرحمہ نے دین کی تبلیغ و اشاعت کے تمام ہی مروج طریقوں کو اپنایا اور خوب خوب دین کی خدمت کی دینی خدمات میں سب سے اہم اور بنیادی حیثیت تدریس کو حاصل ہے کہ اسی سے دینی کام کرنے کے لئے افراد فراہم ہوتے ہیں۔ حضور صدر الشریعہ نے اس پر سب سے زیادہ توجہ دی جس کے بہتر اثرات ہمارے سامنے ہیں۔ دوسرا اہم طریقہ تقریر و خطابت کا ہے کہ عوام کو اسی کے ذریعہ فیض پہنچایا جاسکتا ہے۔ حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ نے تقریر و خطابت کے ذریعہ بھی قلوب و اذان کے تطہیر کا فریضہ انجام دیا۔ اور کتنے ہی گم کردہ راہوں کو راہِ راست سے ہمکنار کیا۔ تیسرا طریقہ قوم کی اصلاح و تربیت کا بیعت دار شاہ ہے۔ حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ نے اس راستے سے بھی امت کی اصلاح اور تزکیہ باطن کا فریضہ انجام دیا۔

آپ کے مشاہیر خلفاء یہ ہیں جنہوں نے آپ کے سلسلہ بیعت کو فروغ دیا۔ حضور حافظ ملت، مولانا غلام جیلانی گھوسوی، مولانا غلام یزدانی اعظمی، مولانا عبدالحق گجڑوی مبارکپوری، مولانا مفتی محمد شریف

الحق احمدی، مولانا مفتی ظفر علی نعمانی (کراچی)

چوتھا طریقہ - تصنیف و تالیف ہے، جو تدریس کے بعد سب سے اہم ہے کہ اس کے اثرات بھی دیرپا اور دور رس ہوتے ہیں، اس باب میں بہار شریعت کو جو مقام حاصل ہے وہاں علم من الشمس ہے، کہ بجا طور پر اس کو فقہ حنفی کا انسائیکلو پیڈیا کہا جاسکتا ہے۔ فقہی جزئیات و مسائل کا ایسا ذخیرہ اور دوزبان میں کوئی دوسرا ایسی پیش کیا جاسکتا ہے۔ جس کے میں حصے چھپ کر مقبول خاص و عام ہیں۔ مترجم آپ نے نیکے باقی میں حصے آپ کے علاوہ نے آپ ہی کے نسخے پر مکمل کیے۔

دوسرا تقسیم سرمایہ فتاویٰ احمدیہ ہے جس کے میں حصے چھپ چکے ہیں، چوتھا منظر عام پر آنے کو ہے، تیسری زبردست تصنیفی خدمت حاشیہ فتاویٰ شریف ہے جو صرف جلد اول کے نصف اول کا حاشیہ ہے۔ مزید کے لئے زندگی نے وفات کی یہ حاشیہ بھی اپنی مثال آپ ہے۔

پانچواں طریقہ - احقاق حق و ابطال باطل کا ہے لہذا حضرت صدر الشریعہ نے وقت پڑھنے پر مناظرہ و مباحثہ کر کے اس فریضے کو بھی بحسن و خوبی انجام دیا۔

وصال - بریلی شریف کے دارالافتاء میں حضرت صدر الشریعہ نے پہلا حج ادا کیا۔ دوسرے سفر حج کے لئے ۱۳۶۱ھ میں بھی پہنچے مگر وقت رخصت کن پہنچا تھا کہ ۱۳۶۲ھ کی قعدہ ۱۳۶۱ھ بروز دوشنبہ بارہ بھادو ۲۲ صبح میں داعی اجل کو لبیک کہا اور روح ملا علی سے جا ملی۔ اللہ وفاق الیہ راجعون۔ نقشب مبارک بھی سے گھوسی لاکئی نئی، اور آبائی قبرستان میں مدفون ہوئے۔

امام احمد رضا کے احباب العلماء - حدیث فقہ کے ایسے ماہر اور تعلیم و تدریس کے ایسے باکمال و با فیض عالم اور امام اہل سنت کے بعد جماعت اہل سنت کے سب سے بڑے محسن کی بارگاہ میں عقیدت کا خراج پیش کرنے اور ان کے کارناموں سے قوم کو روشناس کرائے کے لئے آنے والے مدرس احمدی میں خصوصی پروگرامات ہوں گے۔ اور بعض اہم کتابیں بھی منظر عام آئیں گی۔ اہل علم، اہل دین اور اہل تعلق سے شرکت اور حصہ لینے کی پر غلوں گزاریں گے۔

داوی نور کی طرف

ایک مقدس سفر کی سرگذشت

مولانا محمد وارث جمال قادری

جنرل نیکرہی آل انڈیا تبلیغ سیرت سبکی

ہم نے اپنی کتاب ”عربی مدارس اور جدید عصری تقاضے“ میں جنوبی ہند کے دو عظیم دینی ادارے مرکز الشافعیہ السنہ کالج کیرالا و جامعہ سہیہ کاسر کوڈ کیرالا کے ہمہ جہت و عظیم دینی، ملی و علمی اور ان کے تاریخی کردار و عمل کا اجمالی جائزہ لیتے ہوئے دور ان کی حیرت انگیز مثالی سرگزشت پر گفتگو کرتے وقت شمالی ہند کے عربی درس گاہوں کی توجہ خاص ان کی طرف مبذول کراتے ہوئے عرض کیا تھا۔

”کہ ہم جنوبی ہند کی ان عظیم درس گاہوں سے کوئی سبق حاصل نہیں کر سکے کہ ہم ان سے ایسے لا تعلق رہے خبر ہیں کہ جیسے ملک کا وہ خوشحال ترین ترقی و تعلیم یافتہ علاقہ برصغیر ہند کے بجائے کسی دوسرے بر اعظم میں بسا ہو، ہمیں یورپ و امریکہ و افریقہ کے مذہبی مطلق اور وہاں کے دینی خدمات کی خبر تو ہے۔ مگر ہم اپنے ہی ملک میں آباد ایک خطے سے بالکل بے خبر ہیں۔

دیوار برلن تو کمرنگی مگر ہمارے دساتر کے درمیان جو دیوار چین حائل ہے اسے ہم ابھی گرائے رکھے۔“

ان دونوں اداروں اور ان کی ہمہ جہت دینی و ملی خدمات کو خود تو نہیں دیکھا لیکن ہم نے اپنی کتاب ”عصر جدید کے تقاضے“ میں جو کچھ لکھا ہے۔ وہ صدقہ اطلاعات اور اپنی صحیح معلومات کی بنیاد پر لکھا تھا۔ ہوا میں ہم نے کبھی تیر نہیں چلایا۔

خواہش تو تھی اور اب بھی ہے کہ ان اداروں کو بہت قریب و بہت سکون و مطمئن سے دیکھا جائے۔ جو جنوبی ہند میں شہرستان علم و فضل کی شکل میں دین و دنیا کا دار و عظمت اور پرے برصغیر ہند میں سواد اعظم اہل سنت و جماعت کا سرمایہ افتخار بنی ہوئی ہیں۔ الحمد للہ رب العالمین۔

حسن اتفاق کہے کہ وہاں یہو مجھے کی ایک سبیل پیدا ہو گئی تھی اور میں کاسر کوڈ پہنچا بھی مگر افسوس ہزار خواہش کے باوجود حالات نے وہاں یعنی جامعہ سہیہ کوڈ پہنچنے نہیں دیا۔

قسمت کی خوبی دیکھئے تو فی کہاں کہند

دو چار باتھ چب کہ اب بام رہ گیا

اس اجمال کی قدرے تفصیل کچھ یوں ہے۔

غالباً اگست کے آخری عشرے میں جامعہ سہیہ اور مرکز الشافعیہ السنہ کے معتد علیہ عزیزم مولانا

شاہد الحمید صاحب میرے آفس دوتا کی بھیجی۔ ۸ میں تشریف لائے اور مجھے مرکز الاملاہ السنیہ الاسلامیہ کے سالانہ اجلاس جو دسمبر ۱۹۹۶ء کے ۲۰، ۲۱، ۲۲ تاریخ کو ہو رہے ہیں اس میں شرکت کی خصوصی دعوت پیش کی۔ عزیزم مولانا موصوف سے یہ میری تیسری ملاقات تھی ایک سال پہلے وہ پہلی بار میرے رفیق درس محترم مولانا صوفی غلام حسین قادری نوری شافعی کے ساتھ تشریف لائے تھے۔ جامدہ سہریہ کے کھڑے پر اردو زبان میں اپیل لکھوانے کے لئے۔ ان کی خصوصی گزارش پر اپیل تو میں نے لکھ دی۔ لورڈ کھڑے اسی اپیل کے ساتھ شائع بھی ہوا۔ لیکن موصوف سے محاذ شکوہ یہ ہے کہ خود میں اپنی لکھی ہوئی اپیل چھپی ہوئی نہیں دیکھ سکا۔ اس بار مرکز الاملاہ السنیہ الاسلامیہ کے کھڑے کے لئے قدرے تفصیلی اپیل لکھوا کر لے گئے ہیں دیکھئے مرکز الاملاہ کے کھڑے کی زیارت بھی ہوتی ہے یا نہیں؟

مولانا نے دسمبر ۹۶ء کے اجلاس کے لئے ہمد غلوں اصرار کیا مگر میں نے معذرت پیش کرتے ہوئے عرض کیا کہ ۱۸ اکتوبر ۱۹۹۶ء کو منگور کے لئے میری خلافت ہے۔ ۱۱ اکتوبر کو حضرت سیدنا مالک بن دینار میں میری حاضری کا پروگرام پہلے سے طے ہے بلکہ عمر کی نماز میں ہندوستان کی سب سے پہلی مسجد میں پڑھنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔ اس لئے اتنی جلدی دوسرا سفر شاید نہ کر سکوں۔ اس لئے میں دسمبر ۹۶ء کے سالانہ اجلاس میں شرکت کا وعدہ نہیں کر سکوں گا۔

میرے کاسر کوڑا چنے کی یقینی خبر سے دوست سرور ہوئے اور عالم سر خوشی میں کہنے لگے حضرت ہمارا دوسرا سب سے بڑا دینی ادارہ جامدہ سہریہ حضرت مالک بن دینار سے بہت قریب ہے صرف تین یا چار کیلو میٹر! تو آپ وہاں ضرور تشریف لائیں بلکہ دوپہر کا کھانا جامدہ سہریہ میں کھائیں ہم وقت پر حضرت مالک بن دینار میں گاڑی لیے حاضر رہیں گے۔

میں نے کہا مولانا! دعوت اور حضرت مالک بن دینار میں میرے استقبال کے لئے آپ کی موجودگی یہ تو آپ کے اخلاق و اخلاص کا ایک حصہ ہے۔ بالخصوص آپ سے میری یہ ملاقات نہ بھی ہوتی بورت ہی کاسر کوڑا میرے یو پیچنے کی اطلاع اتنا ہم اگر یہ بات مجھے معلوم ہو جاتی کہ میں کیرالا میں علم و فن کے دوسرے سب سے بڑے مینار جامدہ سہریہ کے قریب یو پیچ چکا ہوں تو اس کے جلوں سے دل و نگاہ معمور کرنے میں از خود یو پیچ جاتا۔

جنوں میں شرط ہے ہر وقت چاکہ دلائی

نکار موسم گل کا نہ انتظار کرو

انہوں نے کہا نہیں مجھے آتا ہی ہے کہ وہاں سے ہمارا مرکز جو کالج میں ہے مرکز الاملاہ السنیہ الاسلامیہ بآلے روڈ صرف ۶ گھنٹے کا راستہ ہے۔ گئے ہاتھ اسی سفر میں وہاں لے کر آپ کو یو پیچنا ہی ہے۔ پھر موقع ملے۔ اگر آپ اکتوبر ۱۹۹۶ء کے سفر میں وہاں یو پیچ گئے تو پھر دسمبر کے اجلاس کے لئے اصرار نہیں کروں

میں نے جاسد سہیل میں حاضری کا حتمی وعدہ کر لیا۔ مگر کافی کٹ کے لئے میرے پاس وقت نہیں تھا میرے پروگرام کا جدول پہلے سے بن چکا تھا ۱۲ مارچ کو بذریعہ ہوائی جہاز واپسی بھی کنفرس ہو چکی تھی۔ مولانا نے اصرار کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم کافی کٹ سے منسکی کے لئے طین کا ہی ار جنت کرینگے۔ مجھے یہاں منسکی میں آپ کی مصروفیت کا احساس ہے۔ میں نے کہا کہ تو نہیں تیروں گامگروہاں پہنچنے کے بعد وقت و حالات پر منحصر ہے۔ پھر میں نے فون پر اپنے منگور کے میزبان محترم سید فرید صاحب سے تفصیلی بات کرادی جس پر وہ مطمئن اور خوش ہو گئے۔

برادر دینی محترم سید فرید احمد کوڑی انڈیا پرائیویٹ لمیٹڈ ہائیکہ بورن گا پور خانوادہ یعنی برادر اکبر محترم سید خلیل سید محمد ہاشم سید غیاث و عزیزم سید ناصر صاحبان مجھ سے دیرینہ اخلاص و محبت رکھتے ہیں۔ میرا ان کا رشتہ صرف اور صرف دین و سنیت کا ہے۔ ابتداء ہی سے ان سب بھائیوں نے ایک عالم دین کی حیثیت سے مجھے جو احترام دیا اس میں کبھی بھی سر موفیق نہیں آنے دیا۔ نہ میں ان کا معر ہوں نہ میرا زادہ اور نہ استاد ہوں اور نہ استاد زادہ اور نہ کسی مخصوص نوعیت کا صاحب زادہ میرے اور ان کے درمیان صرف ایک قدر مشترک ہے تو ہے دین و سنیت اور میرے نزدیک یہی دینی رشتے سب سے زیادہ محترم ہوتے ہیں۔ خونی رشتے کب دعا دے جائیں۔ کب بہ نہ بیت کا شکار ہو کر یا لون لیس من اعلک سے مصداق ہو جائیں کیا ممکن؟

آج آخر پوری دنیا میں جہاں کہیں مسلمان قلم و ستم کے شکار ہوتے ہیں تو دنیا بھر کے مسلمان بے چین ہو جاتے ہیں چاہے وہ فلسطین ہو یا عراق، بوسنیا ہو یا چچنیا، افغانستان ہو یا کشمیر یہ بے چینی صرف دینی رشتے کے حوالے سے ایمان کے رشتے سے اور مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہوتی ہے۔ ان مومنوں اخوة معلوم ہوا کہ دین ہی کا رشتہ سب سے مضبوط رشتہ ورنہ رشتے دار تو ابوبسب بھی تھا، عزیز بھی تھا اور مرد و بن سہ بھی ا۔

حسن زہرہ بلال از جیش مصیب زروم

زخاک کہ او جمل ایں چہ برانجی است

چنانچہ اسی دینی و ایمانی رشتے اور دیرینہ اخلاص و محبت کے پیش نظر محترم سید فرید احمد صاحب نے اپنے سب سے چھوٹے بھائی عزیزم سید محمد ناصر سلمہ کی شادی میں خصوصی شرکت کے لئے اپنے آبائی وطن امرالہ دین کبیل تعلقہ منگور چلنے کی دعوت بعد غلوں و اصرار پیش کی تو میں نے اسے مشروط کرتے ہوئے کہ سنا ہے کہ آپ کے یہاں سے حضرت سید عالمک بن دیار کی بارگاہ زیادہ دور نہیں۔ تو اگر آپ مجھے وہاں یہو نہانے کا وعدہ کریں تو کمر بستہ کسوں کہ میں سفر کرنے سے کھیر پاتا ہوں اتنی دور تو ان کی بارگاہ وقتہ میں حاضری کی نیت سے چل سکتا ہوں تاکہ اتنی دور چلنے کا بھی اجر مل جائے۔ انہما لا عمل بالنیات

انھوں نے بڑی خوشی سے اس کا وعدہ فرمایا کہ وہاں یہو نہانے میں نہیں بلکہ میں خود لے کر آپ کو

چلوں گا۔ یہ ہماری محرومی ہے کہ ابھی تک ہم وہاں حاضر نہیں ہو سکے مجھے خوشی اس بات کی ہے کہ ان کی بارگاہ میں میری حاضری ایک عالم دین کے ساتھ ہوگی۔ میرے اس مشروط دعوت قبول کرنے سے دو بست زیادہ خوش ہوئے۔

۸ اکتوبر ۱۹۹۶ء کو ایک بچے منگواہ کے ہوائی اڈے "جے ایو" نچے اپنے وعدے کے مطابق سید فرید احمد صاحب اپنے احباب کے ساتھ ہمیں لینے کے لئے ایئر پورٹ پر موجود تھے۔ طیارہ ایک گھنٹہ اپنے معمول سے لیٹ ہو نہا اپنے مسافروں کا استقبال کرنے والے الا تھلا راشد من الموت کے مرحلے سے گذر چکے تھے۔ سوا گھنٹے کی کل مسافت جس میں ایک گھنٹہ تاخیر۔ ٹرینوں کی طرف جب ایک ایک گھنٹے طیارے لیٹ ہوئے تھیں تو پھر کیا پوچھنا اور یہ بے قاعدگی صرف انڈین ایر لائنز میں ہوتی ہے۔ پرائیویٹ ایر بسوں میں تو اتفاقی حادثے کے طور پر خلاف معمول خلاف وقت پروازیں ہوتی ہیں۔ جیسے ایسٹ ویسٹ، دیانہ، جت وغیرہ کہ یہ اپنے مسافروں کو صحیح وقت پر لے کر لڑتی ہیں۔ لیکن ہمارے اس عظیم ملک کی سرکاری مشینریاں اپنی انھیں حسب معمول کوتاہیوں کی وجہ سے امتیازی شان رکھتی ہیں۔ ہمارے اس ملک میں سیاسی سطح پر غلطیاں کیلئے با نظام حکومت میں خامیاں کو تاہیاں چھوٹی چھوٹی نہیں ہوتیں کہ اس سے ملک کی بڑائی میں فرق پڑتا ہے۔ منگائی بھی بڑھانے کے لئے پہلے ارباب اقتدار اس بات کا اندازہ لگاتے ہیں کہ منگائی بھی اتنی ہی بڑی ہونی چاہیے کہ جتنا بڑا یہ ملک ہے۔ اسی طرح سیاسی سطح پر اگر عوام کو لوٹا جاتا ہے تو یہ ڈاکہ زنی معمولی درجے کی اور معمولی لوگوں کی طرف سے نہیں بلکہ اس غیر معمولی ملک کے غیر معمولی لوگوں کی طرف سے ہوتی ہے۔ ملکی سطح پر بد نظمی و بد انتظامی ہی اس وقت ہمارے اس عظیم الشان ملک کی پہچان ہے چونکہ پلین کا سفر سب سے زیادہ منگاہے اور دن بدن منگاہے جا رہا ہے۔ حالانکہ پلین میں صرف آسودہ مال ہی سفر نہیں کرتے بلکہ متوسط درجے کے لوگ بھی حالات سے مجبور ہو کر سفر کرتے ہیں۔ اس لئے پلین کا کرایہ جست لگانا کر نہیں بڑھنا چاہیے۔ اندرون ملک تو اس مفید ہتھیار سے سہاقت آتے دن پڑتا رہتا ہے۔ مگر ہمیں نہیں یاد پڑتا ہے کہ انڈین ایر لائنز نے کبھی صحیح وقت پر لڑا نہیں بھری ہو۔ اور اب تو ان کی سرورس بھی پرائیویٹ کمپنی کے مقابلے ناقص ہو چکی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب پرائیویٹ ایر بسوں میں جگہ نہیں ملتی تبھی آدی انڈین ایر لائنز میں آکر پھنستا ہے۔

آدھے گھنٹے کے اندر اندر ہم ہوائی اڈے سے سید فرید صاحب کے مکان کئی کبل ایروے گئے۔ جدید اور عصری ضرورتوں سے آراستہ ایک وسیع و عریض اور خوبصورت بلک جس کے ہر زاویے سے امداد و خوشحالی نمایاں تھی۔ فلحمد لله علی نعمائہ الکاملہ

اسرار الدین سنی حنفی مسجد :- اسی دن دوپہر کے کھانے میں دارالعلوم حنفیہ رضویہ قلابہ ممبئی کے سند یافتہ حافظ و قاری محترم عبدالغنی صاحب رضوی قلیب امام اسرار الدین سنی حنفی مسجد کئی کہا پوسٹ کئی کبل اپنے چند حافظ قاری ساتھیوں کے ساتھ ملے اور کھانے کے فوراً بعد یہ ٹوٹ بکھے اپنی مسجد لے گئے کہ یہاں

شادی کے گھر کی بہ نسبت کافی سکون بھی رہے گا آرام بھی اور ہم لوگوں کو استفادہ کا موقع بھی ملے گا۔ امام صاحب نے میری آمد پر بہت زیادہ مسرت کا اظہار کیا اور بڑائی پر خلوص تحفوں پیش کیا۔ میں کئی دنوں تک وہاں رہا اور بار بار اس مسجد میں نماز پڑھی اور پڑھائی بھی! میں جب بھی حاضر ہوتا امام صاحب اس حد تک احترام و اہتمام فرماتے کہ میز بائی تازی داری کی حدوں میں داخل ہو جاتی۔ مولیٰ عزوجل اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے انھیں اس حسن خدمت و سعادت کا سلسلہ عطا فرمائے۔

میں نے کہا ایک رہنمائی قصبہ کا ایک اہم چوراہ ہے جہاں سے مختلف شہروں کی طرف رو جاتے ہیں وہاں دور دور تک کوئی مسجد نہیں تھی عام طور پر اس بازار میں کام کرنے والوں کی عمر و عمر کی نمازیں اٹھاتا تھا وہاں تھیں۔ بے شک یہ مسجد وہاں کے مسلمانوں کی ایک شدید دینی ضرورت تھی۔ جسے سید فرید احمد و سید خلیل و سید محمد باشم و سید غیاث و سید ناصر صاحبان نے اپنے صرف خاص سے زمین خرید کر بنوایا۔ فجز اہم اللہ احسن الجزا فی الدارین۔ البتہ مسجد سے متصل ہی ایک ایکڑ زمین لب روڈ دینی مدرسہ قائم کرنے کی نیت سے جو خریدی گئی ہے وہ سید فرید صاحب نے اپنے متعلقین و اہل محبت و دیگر اہل خیر مسلمانوں کے خصوصی تعاون سے خریدی ہے۔ اور وہاں پر صاحب حیثیت و اہل خیر مسلمانوں کے خصوصی تعاون سے سید فرید و برادران نے ایک بڑا دینی ادارہ قائم کرنے کے لئے کمر بستہ کر لی ہے۔ وہاں زمین بہت مشکل ہے۔ انھوں نے مجھے یہ خوش خبری سنائی ہے کہ حضرت اب ہم مسجد سے غارل ہو گئے ہیں اب ہم جلد ایک منفرد بڑے دینی ادارے کی طرف متوجہ ہو گئے۔ پہلے قدم کے طور پر زمین جو سب سے اہم مسئلہ تھا اسے ہم نے حاصل کر لی۔ ایک ایکڑ زمین اس علاقے میں دینی اداروں کی بڑی کمی ہے اگر کہیں کچھ ہے بھی تو صرف کتب یا کتب خانہ۔ میں یہاں بھی میں بار بار انھیں ایک قابل ذکر و مثالی ادارہ قائم کرنے کی ترغیب دیتا رہا۔ کہ آپ لوگ صاحب حیثیت و صاحب وسائل ہیں۔ چاہیں تو بڑے پیمانے پر ایک دینی ادارہ قائم کر سکتے ہیں۔ دین و دنیا کی موثر خدمات میں دینی اداروں کا کردار ہمیشہ بڑا کلیدی اہمیت کا حامل رہا ہے۔

مسجد اور اس سے ملتی ہوئی زمین دو بھی لب روڈ اسے دیکھ کر بڑی مسرت ہوئی اس کا عمل وقوع بہت شاندار ہے۔ وہ مسجد صحیح زمین سے کافی بلندی پر پہاڑ کھود کر بنائی گئی ہے۔ مسجد کی طرح نمازیوں کے لئے تمام سہولتیں و ضروریات کے ساتھ موجود ہیں۔ اس مسجد میں امام و موعظ کے لئے دو قلیں بھی بنائے گئے ہیں کہ وہ اپنی فیملی کے ساتھ بہت سکون و اطمینان کے ساتھ رہ سکیں اور یہ بھی یہی چاہیے۔ مسجد جیسے عظیم شہر میں بھی یہ سہولت نہیں ہے حالانکہ مسجد جیسے شہروں کی مساجد میں امام کے لئے فیملی روم ضرور ہونا چاہیے۔ کاش نرستیان مساجد اس کی طرف توجہ کر سکیں۔ مسجد سے باہر نکلتے ہی جانب مشرق پہاڑوں، کوہساروں اور پہاڑوں وادوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ دور دور تک خوبصورت قدرتی مناظر جنھیں دیکھ کر دل و نگاہ مسرت و شادمانی سے لبریز ہو جاتے ہیں۔ نیچے کافی گہری وادیوں میں بارہا پہاڑی کے درختوں کے جھنڈ اور ان کے گرد پھیلے

ہوئے بزرگوار شہزادوں کا حسن قابل دید ہوتا ہے۔

اسی دن ۸ نومبر کو بعد نماز عصر مسجد کے امام محترم حافظ عبدالغنی صاحب نے کہا حضرت اس علاقے کے ایک بڑے بزرگ جن کے نام پر یہ پوری آبادی ہے۔ اور جو اس پورے علاقے کے فلاح بعد نسل مرکز عقیدت ہیں حضرت سید ناصر الدین کبیل علیہ الرحمہ۔ کیا وہاں قاتحہ خوانی و ماضی کے لئے چلیکے؟ میں نے کہا اللہ آپ کو جزائے خیر دے اس سے اچھی اور کیا بات ہو سکتی ہے؟ ان کا تذکرہ تو بہت دنوں سے میں من رہا ہوں۔

چنانچہ ہم لوگ وہیں سے آنور کشہ کے دار پے فن کے سزاوار شریف پر حاضر ہوئے۔ حضرت سید اسرار الدین کبیل علیہ الرحمہ اب سے تقریباً چار صدی و شتر پہلے سے یہاں تشریف لائے۔ آپ سلسلہ چشتیہ کے بزرگوں میں سے ہیں۔ صرف چند واسطوں سے آپ کا مبارک سلسلہ حضرت سلطان الاولیاء خواجہ نظام الدین محبوب الہی دہلی سے جاتا ہے۔ بجا پور سے آتے وقت آپ کے ساتھ آپ کے ایک شاگرد اور ایک اہل محبت مرزا صاحب تھے۔ آج یہ آبادی جو ایکسٹریکٹر میں پھیلی ہوئی نین بزار لوگوں پر مشتمل ہے جو اسرار الدین کبیل کے نام سے موسوم ہے۔ آپ کی آمد سے پہلے اس کا نام ”ہنگل گڈے“ تھا یعنی جنگل ویاہن، یہ سات شیطانوں کی ہستی تھی اس علاقے سے گذرتے ہوئے لوگ ڈرتے تھے اور اس سے دوری دور رہتے تھے جنگل و پہاڑ سے گھری ہوئی شیطانوں کی ہستی ہی کو آپ نے اپنے قیام کے لئے منتخب فرمایا۔ بے شک اللہ والے جنگل کو منگل ڈیرے کو آباد اور خرابے کو شاد آباد کر دیتے ہیں۔

اسرار الاولیاء حضرت سید اسرار الدین علیہ الرحمہ نے اللہ کے حکم سے اس جنگل و پہاڑوں سے گھری ہوئی شیطانوں کی اس ہستی کو اللہ کے بندوں سے آباد کرنے کا عزم کر لیا۔ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کے خصوصی فضل و منایات سے آپ نے ان شیطانوں پر قابو پایا۔ ۶ چھ شیطانوں کو ختم اور ایک کو وہاں مقامی لوگوں کی خدمت اور بھولے بھنگوں کو رادہ کھالے پر مامور کیا جو آج بھی بحسن و خوبی اپنی ذیوی انجام دے رہا ہے۔ آج بھی اس ہستی میں اگر کوئی اجنبی یا مسلمان اپنی منزل کا راستہ بھول جاتا ہے تو اس پاس کہیں سے ایک آدمی نمودار ہوگا اور اسے اس کی مطلوبہ جگہ پر پہنچا کر ہٹ جائے گا۔ یعنی نظروں سے اوجھل ہو جائے گا۔

اسرار الدین کبیل شریف :- اس ہستی کا نام اسرار الدین کبیل شریف ہے غیر مسلم حضرات بھی آپ سے بڑی عقیدت رکھتے تھے اور ہیں اس لئے وہاں کو گرد کبیل کہتے ہیں۔ اسرار الدین کبیل پوسٹ کئی کبیل تعلقہ منگھوڑ کرناٹک کا مشہور شہر جو ساحل سندھ پر آباد ہے۔ جہاں بندرگاہ بھی ہے یعنی منگھوڑ وہاں سے صرف ۸۸ کلومیٹر دور ہے۔

کبیل کی وجہ تسمیہ :- آپ کا پورا نام تو محمد اسرار الدین ہے اس نام کے ساتھ کبیل کا اضافہ ہمیں آکر ہوا۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ جب آپ یہاں آئے تو آپ کے پاس ایک کبیل تھا جس کو آپ بچا کر اسی پر آرام کرتے

تھے۔ اس علاقے کی حکمران رانی مگر غنیمت کا ایک لڑکا سالوں سے بیمار تھا ہر طرح کا علاج کرا کے مایوس ہو چکی تھی۔ اس نے جب سنا کہ میری ریاست میں ایک مسلمان فقیر آیا ہے جس کی دعاؤں سے مریض اچھے ہو جاتے ہیں۔ تو اسے اپنے بیٹے کے لئے امید کی ایک کرن نظر آئی۔ چنانچہ وہ خود ہی اپنے بیٹے کو لے کر فقیر کی خدمت میں حاضر ہوئی اور بڑے سود بانہ انداز میں دعا کی طالب ہوئی۔ آپ نے ایک بوتل پانی میں کچھ پڑھ کر دم کیا اور فرمایا اسے پلاتے رہو۔ دعا کا پانی پینے سے رانی کا لڑکا ایک ہفتے کے اندر ہی اندر مکمل طور سے شفا پا کر صحت مند ہو گیا۔

نہ دیکھ ان خرقہ پوشوں کو ارادت ہو تو دیکھ ان کو

یہ بیٹا لیے بیٹے ہیں اپنی آستینوں میں

رانی بہت خوش ہوئی شکر گزاری و خوشنودی کے لئے کچھ گراں قدر تحفے و نذر دینی چاہا مگر آپ نے کچھ قبول نہیں کیا۔ اس کے اصرار پر آپ نے فرمایا اچھا یہ ہمارا کبیل ہے یہ جہاں تک یہوئے نچے اتنی جگہ مجھے قیسا دیدو، چنانچہ آپ کے کبیل کا اون نکال کر اسے پھیلا دیا گیا تو وہ ایک سوائیز کے قصبے تک پہنچ گیا۔ اتنی زمین رانی نے غنٹا دینا چاہا مگر آپ نے قیمت دینے پر اصرار کیا، بالآخر حضرت کی خوشی کی خاطر اس نے کچھ رقم لے کر وہ ایک سوائیز زمین تانبے کے پتر پر لکھ کر دے دیا۔ تانبے کا وہ پتر آج بھی حکومت کرناٹک کی تحویل میں ہے اسی ایک سوائیز زمین پر آپ کا مزار شریف مدد رس، مسجد اور آپ کی مقبوتہ مندوں کی تسلیس (جواب نمین ہزار تک یہوئے لگی ہیں) آباد ہیں۔ بڑے سکون و اطمینان کے ساتھ ہر خوف و خطر سے بے نیاز ہو کر گویا کہ وہ چری آبادی اپنے آپ کو حضرت سید اسرار الدین کبیل علیہ الرحمہ کی پناہ میں سمجھتی ہے۔

نہ تخت و تاج میں نے لشکر سپاہ میں ہے

جو بات مرد قلندر کی اک نگاہ میں ہے

گاہاں داخل محلہ ہی نہیں وہ پورا علاقہ حضرت اسرار الاولیاء قدس سرہ العزیز سے بڑی عقیدت رکھتا ہے۔ اپنے وطن سے دور وہ جہاں بھی رہے اپنی مقبوتہ کا چراغ دلوں میں جلائے رہے۔ خود یہاں بسکئی میں ان کے اہل محبت نے کئی یادگاریں ان کے نام سے قائم کر رکھی ہیں۔ (۱) محفل اسرار الدین کبیل (۲) اسرار الدین ایجوکیشن سوسائٹی رجسٹرڈ (۳) حمید اسرار الدین کبیل ان کے نام اور ان کی یاد میں یہ نمین ادارے صرف بسکئی میں ہیں۔ اور اپنے وطن اسرار الدین کبیل تعلقہ منگور میں تو کئی مساجد درگاہیں و ادارے ان کے نام سے منسوب ہیں۔ (۱) درگاہ جامع مسجد اسرار الدین کبیل (۲) اسرار الدین سنی حلقی مسجد کئی کیا (۳) دارالعلوم اسرار الدین کبیل (۴) اسرار الدین گوڈلر دو اسکول (۵) اسرار الدین اردو ہائی اسکول (۶) اسرار الدین ہنڈی کرافٹ و نرسری کلاس وغیرہ وغیرہ۔ یہ تو ان کی مقبوتہ و یاد کی اجتماعی شکلیں ہیں انفرادی طور پر بھی اہل مقبوتہ اپنے تجارتی فرموں کے نام حضرت اسرار الاولیاء کے نام پر رکھے ہوئے ہیں، جیسے اسرار الدین الکھڑکس، اسرار الدین فرنیچرس، اسرار الدین ٹیلرس وغیرہ۔ وہاں کے لوگوں میں یہ ان سے مقبوتہ کی انفرادی جھلکیاں ہیں۔ حضرت

کا حرم ہمیشہ بڑی پابندی کے ساتھ ۲۳ شوال المنکزم کو منایا جاتا ہے جو بے سی ترک و اجتماع کے ساتھ۔

حضرت کار و حافی تصرف :- تقریباً چار صدی ہوئے کو آئے اتنی بڑی آبادی میں صرف مسلمان آباد ہیں۔ غیر مسلموں کے صرف دو گھر ہیں برائے نام آج تک تیسرا نہ ہو سکا۔ انھیں کسی نے روکا نہیں اور نہ وہاں انھیں بسنے کی کوئی ممانعت ہے۔ اور نہ ہی وہاں مسلمانوں کی ایسی کوئی منو پولی ہے۔ مندھیوں، گھراتیوں، پارسیوں اور جینیوں کی طرف سے وہاں ان کی ہندو برادری کے سوا کوئی دوسرا نہیں رہ سکا۔ خاص کر مسلمان ایسی کوئی بات یہاں نہیں غیر مسلموں نے بہت بار حوصلہ آزمایا وہاں سکونت اختیار کرنے کے لئے مگر وہ خود ہی نہیں رہ سکے۔ بھلا ایسی جگہ کون نہیں رہنا چاہیے گا جو محل و قوت کے اعتبار سے بہت پر امن بہت پر سکون بہت ہی سڑ سڑو شاداب جیسے دیکھ کر کسی بل اسٹیشن کا گمان ہو، ہر ہایا ہو کہ غیر مسلم حضرات خوشی سے آئے گھر بیٹائے، بس ایک رات رہے دوسری صبح بڑی خاموشی کے ساتھ کوچ کر گئے۔ اللہ اللہ یہ کیسا سرا ہے؟ کیسی روحانیت اور کیسا تصرف ہے خدا کے ایک پراسرار بندے کا۔

الحی یہ تیرے پراسرار بندے ہے بخش جنھیں تو نے ذاتی خدا کی
دو نیم ان کی ٹھوکر سے ہیں کوہ صبرا ست کر پہاڑ ان کی بیت سے راہی

ایک صاحب کرامت بزرگ :- اسرار الاولیاء حضرت سید اسرار الدین کبیل ایک صاحب تصرف و صاحب کرامت بزرگ تھے آپ کے عقیدت مندوں و اہل محبت نے ان کے نام سے چھوٹی بڑی اتنی یاد گاریں قائم کرالیں مگر ان کی حیات و خدمات پر باقاعدہ اب تک کوئی کتاب نہ پیش کر سکے۔ میں کئی بار سید فرید صاحب کو کچھ کے گا چکا ہوں کہ اتنے بڑے صاحب نسبت و صاحب فیض بزرگ اور ان کی ولایت کی خوشبو کو آپ لوگ اپنے علاقے سے باہر نکلنے نہیں دینا چاہتے ہیں۔ اویسے کیسے عظیم المرتبت بزرگان دین ہیں کہ مقامی آبادی ان کارناموں اور تذکرہ محبت کو نسل بعد نسل، سینہ بسند بڑی دیانت و اری کے ساتھ ایک امانت کی طرح محفوظ کیے ہوئے ہیں مگر ترقی کے اس دور میں بھی ان کے تذکروں کو کاغذ پر منتقل کر کے ہمیشہ کے لئے محفوظ کر دینے کی بنجید کو ششیں اب تک نہیں ہو سکی۔ خیر وہ تو ایک دیہات ہے۔ ترقی یافتہ سی سہی مگر وہ بھی تو شیں۔ یہاں بھی کے مشہور ترین بزرگوں اور یہاں کی مشہور ترین درگاہوں کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں۔ آپ حاجی مل، حاجی ملک، شیخ مصری، حضرت بابا بڑا الدین، مسائلم شریف حضرت مخدوم قطب کوکن کے بارے میں بھی بتا دیا جائے کہ وہ کون تھے؟ کہاں سے آئے؟ اسلام کی کیا خدمات انجام دیں؟ ان کے علاوہ بھی تو مضامین بھی میں ایک درجن سے زائد معروف درگاہیں اور اولیاء اللہ کے آستانے ہیں جہاں بے شمار بندہ گاہ بندہ کی حاضری ہوتی ہے اور ان کی حاضری کے سبب بے پناہ بے تحاشہ روپے کاہن برستا ہے۔ مگر ان درگاہوں میں آئے ہوئے بے پناہ لاکھوں کروڑوں روپے کہاں جاتے ہیں۔ کس مد میں خرچ ہوتا ہے۔ اس روپے سے عوامی فیض رسانی کی کیا شکلیں ہیں۔ اور اگر کہیں کچھ ہے بھی تو آمدنی کے مقابلے میں اس کی حیثیت اونٹ کے منہ میں زیرہ کی ہے۔ اور

ان درگاہوں کی لاکھوں کروڑوں کی آمدنیوں پر بہت کھل کر گفتگو آگے کر چکے، ابھی تو ان کے ذمہ دار اور ان کی لاکھوں کروڑوں روپے کی آمدنیوں کے مالک حضرات عوام کو یہی بتاویں کہ یہ بزرگمان دین کون تھے؟ صرف محدود مسائلی پر چند سال پیشتر تک قصہ کل بکاالی کے طرز پر ایک سڑک چھاپ چند درقی کرامت نامہ کے علاوہ اور کیا تھا۔ چند برس پہلے پرواز اصلاحی صاحب نے محدود مسائلی کے عنوان سے آنسو پونچھنے کی ایک سنی منگور کی تھی۔ ان کے علاوہ اور اتنی بہت ساری مشہور درگاہوں و اصحاب درگاہ کے بارے میں عوام تو الگ خواص ہی کیا جانتے ہیں؟

کرامت :- اللہ والوں کے لئے کرامت اتنی بڑی حیثیت نہیں رکھتی جتنی بڑی حیثیت استقامت کی ہے۔ دین پر استقامت تو ایک بڑی کرامت ہے۔ اور اس دور بے دینی میں تو استقامت و صلب فی الدین اور الحب فی اللہ والبغض فی اللہ سب سے بڑی کرامت ہے۔ پھر مختلف احوال میں بزرگمان دین سے کرامتوں کا ظہور ہوا وہ بھی زمانے کے حالات و فائز کے مطابق دینی ضرورتوں کے لئے۔

اسی طرح اسرار الاولیاء حضرت سید اسرار الدین کھل سے کرامتوں کا ظہور ہوا۔ مقامی اہل عقیدت کے سینوں میں پوری محبت و احترام کے ساتھ ان کی عظمتوں و کرامتوں کی قدیل روشن ہے۔ وہابیت و دوحہ بندیت غیر مقلدیت کی شکل میں سعودی ہندو اہل کی بدولت آج گری ہوئی وہ دینی و بد عقیدگی کا جو سیلاب آیا ہوا ہے۔ ایسے عالم میں بزرگمان دین کی حیات و خدمات ان کے فیوض باطنی تصرفات و کرامات کو عالم آشکارا کرنے کی ضرورت شدید ہو جاتی ہے۔ کیونکہ مسلمانوں کو جب تک اسلاف و بزرگمان دین سے مغرب اور ان کی بارگاہ سے وابستگی کو یہ نہیں ختم کراتے ہیں۔ ان کا کوئی داکار نہیں ہوتا ہے۔

ان منکرین اولیاء اور اہلس کے ان بھائی بندوں کا سب سے زیادہ زور اولیاء کرام کی بارگاہ سے مسلمانوں کو بد عقیدہ کرنا ہے۔ کیونکہ جب تک وہ کسی اللہ والے کی پناہ میں ہیں محفوظ ہیں اور جیسے ہی ان کی عقیدت و محبت کے دائرے سے باہر نکلے شیطان نے اپنا جال ڈال دیا۔ بے شک بزرگمان دین اولیاء اللہ کے تذکروں کا ان کی روحانیت و فیوض باطنی کی اشاعت و دینی ضرورتوں میں سے ہے۔

آپ کی ایک بڑی مشہور کرامت ہے کہ آپ یعنی سید اسرار الدین کھل کے ایک دوست کا منگور میں وصال ہو گیا۔ خبر پا کر آپ وہیں تشریف لے گئے۔ دوست کو جب کفن پسنایا گیا تو آپ بھی اسی کے ساتھ کفن اوڑھ کر لیٹ گئے۔ چونکہ لوگوں کی نگاہوں میں آپ ایک مقدس و برگزیدہ شخصیت تھے اس لئے کسی نے منع نہ نہیں کیا البتہ حیران ضرور ہوئے۔ لوگوں نے معلوم کرنے کی کوشش کی مگر آپ ہل گئے زیادہ اصرار پر فرمایا: یہ میرے اور میرے دوست کا معاملہ ہے۔ پھر آپ کے دوست کو مسند کے کنارے دفنایا گیا تاہم فین سے فراغت کے بعد آپ نے وہیں مسند کے پانی پر اپنا منسلک بچا دیا۔ اور نماز پڑھنے لگے جو ہی سجدے میں گئے تو بچہ ان کے آگے سر مسند پر بیٹھا۔ ایک مگر جیسے کافی دیر ہوئی اور آپ سجدے پر نہیں ابھرے تو لوگوں کو

فکر و تشویش ہوئی اور جب رات کا اند میرا بھی پھیل گیا تو لوگوں کو یہ یقین ہو گیا کہ آپ سندرم میں ڈوب گئے
لوگ سخت طویل ہوئے اس زمانے میں منکرین اولیاء وہابی و یوحنا بدعتی بدعتیہ عقیدہ لوگ تو تھے نہیں کہ استہزاء
کرتے لوگ حقیقت میں دکھی ہوئے اور حضرت کو صبر کر لیا۔

لیکن اسرار الاولیاء ڈوبے نہیں تھے بلکہ منکور کے سندرم میں غوطہ لگا کر اندر ہی اندر وہاں سے بہت
دور کھانور (کیرالا) میں لکھے وہاں ایک روز فجر کی نماز کے لئے پھوس پور چھپر کی ایک مسجد میں گئے۔ مسجد میں
موجود ایک شخص سے اذان دینے کے لئے کہا وہ شخص پیدا نئی گویا تھا۔ اس نے اشاروں سے اپنی کیفیت بتائی کہ
میں اذان نہیں دے سکتا۔ آپ نے بہت زور سے ایک طمانچہ اس کو تھکے کو مارتے ہوئے حکم دیا اذان پڑھو طمانچہ
مارا تھا کہ فوراً قوت گویائی مل گئی۔ اللہ کے کرم اس کی مشیت سے ایک پیدا نئی گویا کو تھکے کو نہ صرف زبان ملی بلکہ
آواز کو خوش الحانی اور سوز و گداز بھی عطا ہوئی۔

ہاتھ ہے اللہ کا بندہ مومن کا ہاتھ

من کان لله کان الله له جو بند اپنے وجود کی نفی کر کے خدا کی طاعت و محبت میں کم ہو گیا تو
(پھر) اللہ تعالیٰ اس کا ہو گیا تو اس کی شان بگم ہوں جاتی ہے۔

گفتہ رو گفتہ اللہ پور گورچہ از معلوم عبد اللہ پور

اس کی بے کمالی اس درجہ کمال کو پہنچ جاتی ہے کہ اس کے لئے یوں فرمایا جاتا ہے۔ فکنت سمعہ
الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یبصرہ بہ ویدہ التی یبطش بہا اللہ۔ اللہ یہ نوازش یہ عطا یہ بلندی،
یہ مرتبہ یہ اعزاز اور یہ اکرام کہ خود اس کا رب فرمائے کہ میں اس بندے کا کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے
اس بندے کی آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے۔ اپنے اس پیارے بندے کا ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ
کھلاتا ہے۔ بے شک یہی وہ لوگ جن کے بارے میں کہا گیا ہے کہ۔

یہ بیضا بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

زبان لٹنے کے صلے میں جبہ تشکر میں ڈوب کر پوری خوش الحانی کے ساتھ اس کو تھکے لے اللہ اکبر
اللہ اکبر کی صدائے زمر و نور بلند کی تو جیسے اس صدائے لرزش نے خدا کی ہر لرزش کو چھین لیا ہو۔ صبح کے سکوت
و سنائے میں جیسے ہی اذان کی آواز کو نجی سننے والے چونک پڑے کہ آخر کس نے آج یہ ملکوتی لفظ پھیرا۔ جس نے
ان کے ایمان کو حلاوت کی نئی چاشنی عطا کر دیا اس اذان نے نمازیوں کو جلد ہی مسجد میں پہنچا دیا۔ آنے والوں کو
حیرت بھی تھی اور تجسس بھی کہ آخر اتنی پیاری مدھر آواز میں کس نے انھیں خدا کی طرف بلایا۔ اور جب انھیں
یہ معلوم ہوا کہ آج جہنم جہنم کے گوتھے نے اذان دی ہے تو وہ سر پاپا حیرت میں گئے کہ یہ انبوی ہوئی کیوں کر اور
جب اس کو تھکے نے صورت حال بتاتے ہوئے کہا کہ یہ انبوی اسی ایک طمانچے کی برکت و کرامت ہے تو لوگوں
نے حسرت و اشتیاق سے اس خدا رسیدہ بندے کو پوچھنا شروع کیا۔ گوتھے نے بتایا کہ وہ نماز میں سب سے آخری

صف میں تھے۔ مگر نماز ختم ہوتے ہی وہ فوراً باہر نکل گئے۔ بے شک اللہ کا ولی بھی اپنی نمائش نہیں کرتا اور جب خدا کی کوئی شیت انسانی بن کر اس کے ہاتھوں پر ظاہر ہو جاتی ہے تو حلقہ عموم وہ فوراً وہاں سے ہٹ جاتا ہے۔ بخلاف اس نمائشی بزرگ کے جسے بندے بزرگ سمجھتے ہیں۔ جو میراں نمی پر تہہ مریدان پرانند کے مصداق ہوتے ہیں۔ ظاہری نمودی ان کی پونجی ہوتی ہے اور نمائش ہی ان کا سرمایہ اور جب یہ مسلمانوں کی سادہ لوح جمین عقیدت پر اپنی بزرگی کا قلمب جھار نصب کرتے ہیں تو ان نظر دیدہ و دیدار کھنے والے حیرت سے صرف دیکھتے ہی رو جاتے ہیں یا ٹھنڈی سانس بھرتے ہوئے کہتے ہیں کہ۔

الحی یہ تیرے سادہ دل بندے کہ ہر جائیں

کہ درویشی بھی عیاری ہے سلطان بھی عیاری

اور آپ کے مریدین والی عقیدت آپ کو جاں بحق سمجھ کر آپ کے جسم کی تقریب منعقد کرنے کے لئے ٹھیک چالیسویں دن جب ایصال ثواب و مجلس فاتحہ خوانی آراستہ کر رہے تھے تو اسی وقت آپ جھولی لٹکائے نمودار ہوئے لوگ حیرت و سرسٹ سے پیچ پڑے اور پھر وہ محفل چلم جشن مسرت میں بدل گئی۔

رانی مگر چھانے عقیدت سے آپ کی سواری کے لئے ایک ہاتھی نذر پیش کیا تھا۔ حضرت اسرار الاولیاء اسے ایک درخت سے باندھ دیا کرتے تھے۔ بتدریج اس درخت نے ہاتھی کی شکل اختیار کر لی وہ درخت آپ کے بعد بھی کئی سو سال تک قائم رہا۔ لوگ جب زیارت و فاتحہ کے لیے درگاہ شریف حاضر ہوتے تو خدا کی قدرت کو دیکھ کر حیران رہ جاتے۔ ابھی پچھلے پچیس برس پہلے تک وہ درخت موجود تھا اس کی عمر تقریباً چار سو سال تھی ابھی پچیس سال پہلے سوکھ کر ختم ہو گیا۔ بے شک وہ درخت ان کی عقیدت اور حضرت کے تصرفات کی یاد دلاتا تھا۔ آپ کا وصال ۱۳ رمضان المبارک کو ہوا مگر عرض اسی چالیسویں دن ہی منایا جاتا ہے یعنی جس دن آپ اچانک نمودار ہوئے تھے ۲۳ شوال المکرم کو۔ آپ کی صرف ایک صاحبزادی تھی۔ برادر دینی محترم سید فرید اور ان کا خاندان انھیں صاحبزادی صاحبہ کی پاکیزہ نسل سے ہیں۔ نہانی رشتے سے گویا حضرت سید اسرار الدین علیہ الرحمہ و آلہ وسلم، سید فرید اور ان کے خاندان کے جد کریم تھے۔ دولت و عزت و نیک نامی کے ساتھ پورے خاندان پر دین و دنیا کا غلبہ ایسا پاکیزہ خون کی برکتیں ہیں۔ آپ پورے علاقے میں سید فرید و سید ظلیل و برادران دین و دنیا کے لئے نشان نصرت ہیں۔ اللہم زد فزدد۔

حضرت اسرار الاولیاء کے درگاہ کی تالیف و تذکرہ مت آج بھی انھیں لوگوں کے ذمہ ہے۔

ایک مثالی شادی :- اسلام نے شادی کو عبادت میں شامل کیا ہے یعنی نکاح بھی ایک عبادت ہے۔ امام غزالی علیہ الرحمہ نے کیسے سعادۃ کے باب النکاح میں اس پر تفصیلی بحث فرمائی ہے۔ لیکن آج کل عموم مسلمانوں نے ہندو معاشرہ کے زیر اثر اس مقدس عبادت کو داغدار اور اس کی پاکیزگی کو لوہا من کر دیا ہے۔ ہندو سماج کی نقل میں مسلمانوں نے اس میں اتنی ناجائز و حرام چیزوں کی آمیزش کر دی ہے کہ پورا بھانام و نمود کے لئے اپنی دولت کو

ایسا برباد کرتے ہیں کہ الاماں والحقیت۔ اس عبادت کے آگے پیچھے نیچے اوپر بیسودہ باطل لفظ و ناجائز رسوم کی
دیوار میں کھڑی کر دیتے ہیں۔ اور اس قدر ہنگامہ مچا ہو کرتے ہیں کہ اصل عبادت جاگنی میں جھٹلا ہو جاتی ہے اور
اس کے لئے آنکھیں بند کر کے دولت کو برباد کیا جاتا ہے۔

حالانکہ مولیٰ عزوجل کا ارشاد ہے۔ وَلَا تَبْذُرْ تَبْذِيرًا اِنَّ الْمُبْذِرِينَ كَفَرُوا اَخْوَانُ الشَّيْطَانِ وَكَانَ
الشَّيْطَانُ لِرَبِّهِ كَفُورًا۔ اور فضول نہ اڑا بے شک اڑانے والے شیطان کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا بڑا
شکر ہے۔

حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی كَرِهَ لَكُمْ ثَلَاثًا قِيلَ وَقَالَ وَاَضَاعْتُمُ الْمَالَ وَكَثُرَتِ الْعُقُوبُ۔ بے شک اللہ نے تمہیں
چیزیں تمہارے لئے ناپسند رکھیں۔ تمہیں کہا کہ تمہاری مال بربادی اور کثرت سوال۔ شیخ محقق حضرت
مولانا مہدالحق محدث دہلوی ماہیت ہست میں فرماتے ہیں۔

من بدعة الشنعية ما تعارف الناس في اكثر بلاد الهند من اجتماعهم للهو واللعب بالنار
واحراق الكبريت

ہست بری بدعتوں میں سے جو اکثر بلاد ہند میں متعارف ہے کہ لوگ آگ سے کھیل کر تماشے کے لئے
اکٹھا ہوتے ہیں اور پٹاخے چھوڑتے ہیں۔ ایسی ایسی ہپاک و ملعونہ رسوم و بدعات ایک مقدس دینی فریضے و عبادت
(یعنی نکاح کے اندر) گھس آئی ہیں جس نے مسلم معاشرے میں ایک نامور کی شکل اختیار کر لیا ہے۔ اور اب تو یہ
بدعتیں و خبیثات و خباثتیں ہن گھرانوں میں بھی گھس آئی ہیں جو مذہب ماننے جاتے ہیں۔ مسلمانوں کے اندر ہست
ساری ذات برادریاں ہیں اور ہر برادری علی العموم ہن گھرانوں میں گرفتار ہے۔ دولت کی بھانئش میں اسلامی روٹ
اور اس کی قدروں کو ہار ہار اور بری طریت پامال کیا جاتا ہے۔

مسلمانوں اللہ نے اپنے فضل و کرم سے یہ جو تمہیں بے پناہ دولت دیدی ہے اور اس کے خرچ کے
لئے تمہاری رسی جوڑ چھلی کر دی ہے اس سے بے پرواہ نہ ہو جانا۔ تمہاری پھوٹی سے پھوٹی نیکیاں اور تمہاری
معمولی سے معمولی لطیفیاں گناہ اور غرمستیاں سب اس کی نگاہ میں ہیں۔ وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ
وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ۔

اس نے جو تمہیں دولت دی ہے اس کے خرچ کا حساب بھی تم سے لے گا کہ ہم نے تمہیں جو دولت
دی تھی اسے تم نے کہاں کہاں خرچ کیا۔ اِنْ مِطْش رَبُّكَ لَشَدِيدٌ۔ بے شک تمہارے رب کی پکڑ ہست سخت
ہے۔

کیا حساب جرم دو گے تم خدا کے سامنے

اللهم اهدنا الصراط المستقيم صراط الذين انعمت عليهم

ہم یہاں جس شادی کا تذکرہ کرنے جا رہے ہیں اس میں میرے علاوہ کئی مذہبی شخصیتوں نے بھی شرکت فرمائی۔ بنگور سے شیخ طریقت شمس العلماء حضرت علامہ سید شمس الحق صاحب قبلہ مدظلہ العالی بھگتی سے حضرت علامہ مفتی محمد وکیل صاحب شیخ الحدیث دارالعلوم اشرفیہ غریب نواز ممبرانہ کے داماد مولانا نظام الدین صاحب اعظمی حضرت مولانا محمد احمد صاحب مصباحی خطیب الامام جامع مسجد بلوچی کارگاہ کرناٹک، حضرت مولانا سید نسیم صاحب گوٹروی حضرت مولانا مرزا عزیز بیگ۔ عزیزم حافظ عبدالغنی صاحب وغیرہ وغیرہ۔

الحمد للہ وہ شادی بایں معنی مثالی تھی کہ فی زمانہ چار سو دس بے جا دولت کی نمود غیر شرعی حرکتوں، بے ہودگیوں اور تمام آلائشوں سے پاک تھی۔

حد یہ کہ دیدہ اور کیمز جو اس وقت شہر دیہات ہر جگہ شادی کا جزو اعظم بنے ہوئے ہیں۔ وہ شادی کا کمر اس سے بھی پاک تھا۔ یہ لعنت اب تو نہ ہی تقریبات دینی جیسے اور ختم بخاری شریف جیسی بابرکت مہفلوں میں اصحاب جلسہ کی اجازت سے جگہ پانے لگی ہے۔ اور وہ جن کے فرقہ اندس پر اس طرح کی لعنتوں سے مسلم امت کو بچانا تھا اب وہی اسے اپنے فرقہ اندس پر سہانے میں بڑی مسرت و طمانیت محسوس کرنے لگے ہیں۔ اور اب تو خاص دینی و مذہبی اجلاس میں بھی سیاسی اجلاس کی طرح یہ لعنتیں زور پکڑ رہی ہیں سیاسی لیڈروں کی طرح اصحاب جہاد و دستار بھی پوز مٹاتا کر دیکھو اور کیمز کے ذمے آتے ہوئے بڑی طمانیت محسوس کرتے ہیں۔ خاص کر علماء کو نسل کے افراد چاہے کو نسل کا ہم اجلاس ہو یا نہ کا پتہ دینی اجلاس۔

اس راز کو فاش کر اسے رونم

آیات الہی کا نگہاں کدھر جائے

کسی طرح کی ریکارڈنگ تو لی ہم پٹانے، پھلمزری کچھ بھی نہیں۔ اور ایک بڑا حسن یہ بھی تھا کہ محترم سید ظلیل صاحب جو اس خانہ دہن کے سربراہ اعلیٰ ہیں۔ انھوں نے بالائتزام کسی دعوے بندی وہابی پر عقیدہ کو رسوا و اخلاقاً بھی دعوت نہیں دی سر راہ چلتے چلتے بھی نہیں کمانہ کارا دیا۔ وہابیت کے جرائم وہاں بھی کچھ ہیں صرف چند گھر اور چند لوگ۔ پہلی بار کسی اہم شادی میں وہابیت و دعوے بندیت اس طرح اچھوت قرار پائی۔ شادی کے ایک دن پہلے وہ میزبے پاس آکر کہنے لگے حضرت میں نے اپنے یہاں کسی وہابی دعوے بندی کو قصد دعوت نہیں دی اب مجھ پر پریش پڑ رہا ہے کہ پوری بستی میں وہی چند گھر ہیں جو بری طرح سے اپنے نظرائے از کردینے کو محسوس کر رہے ہیں۔ لہذا آپ دعوت دیدیں۔ مگر میں راضی نہیں ہوا۔ بولے حضرت کیا میں نے کوئی غلط کام کیا۔ اس خبر سے مجھے بڑی مسرت ہوئی میں نے ان کے اس دینی جذبے کو سراہتے ہوئے کہا نہیں ظلیل بھائی اس پوری شادی میں میرے نزدیک یہی سب سے اچھا کام ہوا ہے۔ اس دور مدامت میں یہ تو ایک کارنامہ کے برابر ہے کہ آپ نے سیاست بدن کی بھی پروا نہیں کی۔ اسی کو کہتے ہیں تھلب و استقامت فی الدین۔

آؤ! ہماری چشم گن کار نے اسی بستی میں دو اندوہناک منظر بھی دیکھا کہ بستی میں جس کا نام بھی سنیت کے شخص کی علامت بنا ہوا تھا بستی میں باہری مسجد فساد کے بعد ایک تہوہ کو نسل بیام علماء کو نسل جو قائم ہوئی تھی جس نے سنیت کے چرنے کو آگے چل کر داغدار کیا۔ اس لئے اہم ترین ستون جو بھی سنیت کی آبرو ہوا کرتے تھے ان کی شادی میں وہ بھی ان کی مسجد میں یہاں کے بڑے بڑے جنٹلمن کی قسم کے دہائی دیا بندی علماء دائرہ شریک تھے، کہ یہ سیاست بدن قہار اور حالات کے تقاضے دین کے تقاضوں پر غالب آچکے تھے۔ جب سنیت کے لئے ایسی ایسی تہی گردنیں حالات سے آگے جھک جائیں اور احتساب کرنے پر ہندو گناہ بدتر از گناہ کا مظاہرہ کرنے لگیں تو ایسے عالم میں ایسا شخص جو نہ عالم نہ فاضل نہ اس کے خاندان میں کوئی عالم فاضل حافظ قاری ہو محض علماء کی صحبت اور ایک بزرگ کی پاکیزہ نسبت ہو اور بس ان کا اس انداز میں تھلب فی الدین کا مظاہرہ بے شک ایک کارنامہ ہے۔ الحب فی اللہ والبغض فی اللہ کے بہت قریب!

ہم سواوا عظیم اصل سنت و جماعت کی ایک مذہبی حکیم آل انڈیا تبلیغی ہیرت کی طرف سے سید ظلیل، سید فرید، سب بھائیوں اور ان سب سے پہلے ان کی والدہ ماجدہ کو کہ وہ ایک صاحب ثروت ہونے کے باوجود اور آخری بیٹے کی شادی بھی کر اس میں بڑے ارمان نکالے جاتے ہیں۔ شادی کے وقت ہر حال میں اللہ رسول جن علی و صل اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشی کو مقدم جانا۔ اور فی زمانہ جمہوری نمائش جمہوری وقائی شان و شوکت اور رواجی غلامتوں سے اسے پاک و صاف رکھا۔ انھیں مبارکباد پیش کرتے ہیں اور دوسرے کے والد گرامی محترم شیخ اقبال احمد اور ان کے اہل خانہ کو بھی کہ ایک بڑے صنعت کار ہوتے ہوئے بھی انھوں نے اپنی بیٹی کے لئے ایک ایسے خاندان کو ترجیح دی جس پر دین و سنیت و مذہبیت کا غلبہ ہے اور ایک صاحب نسبت بزرگ کے حوالے سے پورے علاقے میں محترم ہیں۔ فلحمد للہ علی ذالک۔

مولیٰ تعالیٰ اپنے حبیب پاک کے صدقے و فضیل ہمارے یہاں کے لوگوں کو بالخصوص دولت مندوں میں یکا دینی و مذہبی و نیک جذبہ اپنے بچوں کی شادیوں کے وقت عطا فرمائے آمین۔

یہیں وہاں جو معلومات بہم ہوئی وہ یہ کہ وہاں پر شادیوں میں علی العموم ولیمہ کا ادا اہتمام نہیں ہوتا جو ہمارے یہاں ہوتا ہے۔ ہمارے شرودھیات میں ہر جگہ ولیمہ کا بڑا اہتمام ہوتا ہے۔ سید فرید صاحب نے تو مجدد تعالیٰ تیسرے دن شایان شان طور پر ولیمہ کا بڑا اہتمام کیا۔ وہاں ولیمہ کا رواج عام طور پر نہیں ہے مخصوص گھرانے ہی کرتے ہیں۔ عام طور پر شادی سے ایک دن پہلے حسب استطاعت عام دعوت کی جاتی ہے دوست و احباب رشتے داروں کا اہل محلے والوں سب کو مدعو کرتے ہیں۔ مگر شادی کے بعد چند خاندان کو چھوڑ کر بقیہ عام طور پر ولیمہ کا اہتمام نہیں کرتے۔ شادی کے ایک دن پہلے جو ضیافت کا کھانا ہوتا ہے وہی اصل ہوتا ہے جبکہ ولیمہ اس دعوت عظام کو کہتے ہیں جو شب عروسی کے بعد ہوتی ہے۔ بوی کی شکل میں متاع حیات کی ایک گرانقدر نعمت پانے کی خوشی میں شکرانہ نعمت کے طور پر جس کی حدیث شریف میں بڑی تاکید آئی ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ

علیہ وسلم نے ولیمہ کرنے اور ولیمہ کی دعوت قبول کرنے کی تاکید فرمائی ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں اولین ولو بشاطر ولیمہ کرو چاہے ایک بکری دستیاب ہو۔

شادی و شب زفاف سے پہلے آپ چاہے جتنی بڑی دعوت کھلا دیں وہ خیانت کہلائے گی ولیمہ نہیں جس کی تاکید رسول محترم صلی اللہ علیہ وسلم نے کی ہے۔

اس علاقے کے مسلمانوں سے مخلصانہ گزارش ہے کہ اپنی شادیوں میں ولیمہ کی دعوت کو لازم کر لیں۔ آپ کا چار سم اور رواج جو بھی ہو دینی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے بڑھ کر تو نہیں۔ آپ حضرات اپنے رواج میں بس اتقی سی تریم کر لیں کہ جو کھانا بڑے اہتمام سے شادی کے ایک دن پہلے کھاتے ہیں اسے شادی اور قصتی کے دوسرے دن کھلا دیں۔ ایک دن بعد کر دینے سے اگر سرکار دو عالم کی سنت ادا ہو جائے تو اس سے بڑی خوش بختی اور کیا ہو سکتی ہے ہماری ریت و روایت اور رواج آقائے دو جہاں حضور مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے بڑھ کر نہیں ہو سکتی۔

انکان میں غلامانہ خیر و برکت حضور کی سنت میں ہے اسے ترک کرنے میں نہیں جیسے انکان کرنا حضور کی سنت ہے۔ جان ہی ولیمہ بھی حسب توفیق سرکار کی سنت کر رہا ہے۔

اللہم اصح ائمة محمد صلی اللہ علیہ وسلم

ولوی نور کی طرف :- ۱۰ اکتوبر کو ہم شادی سے فارغ ہو چکے تھے ۱۲ تاریخ کو ولیمہ تھا اور ۱۳ تاریخ کو مولانا شہدائیمہ صاحب کو دوپہر میں امام مالک کی بارگاہ میں وقت دے دیا تھا۔ چنانچہ موری ۱۱ اکتوبر کو ہم لوگ صبح ۱۰ بجے گھر سے نکل گئے۔ پلاننگ یہ تھی کہ پہلے منگور حضرت بی بی سیدہ کی درگاہ میں حاضری دینگے وہاں سے آگائی حضرت سیدنا سید شریف المدنی کی زیارت کرتے ہوئے سیدھے وہاں سے کیرا حضرت سیدنا رافع بن حبیب اور ان کے ساتھیوں کی بارگاہ میں پہونچیں گے اور پھر وہاں سے کاسر کوڈ حضرت سیدنا مالک بن دینار میں حاضری کی سعادت حاصل کریں گے۔ وہاں سے حاضری کے بعد جاسو سہ پہر کی زیارت سے دل و نگاہ کو شاد کام کریں گے۔ حسن التلقی ۱۱ اکتوبر کو جمعہ مبارک کا دن پڑا۔

اسرار الدین قبیل سے منگور صرف ۸ اگلو میٹر دور ہے۔ گھر سے نکلنے کے بعد سید فرید صاحب کی گاڑی جو ناہیرا تھی وہ بھی بالکل نئی اس کا کالج نیچے اوپر نہیں ہو رہا تھا مگر گھری پر یہ بات مظلوم ہو جاتی تو ان کی اور بھی کئی گاڑیاں کھوسا، دن دن امت وغیرہ ہیں وہی لے لیتے فرید بھائی نے کہا حضرت برسات کا موسم ہے کہیں بھی بارش مسئلہ پیدا کر سکتی ہے۔ لہذا گاڑی کے کالج کو منگور میں ٹھیک کر کے پھر چلتے ہیں۔ میں نے سوچا تھا آدھا ٹھنڈے گئے گا۔ جس کیرج میں گاڑی لے کر گئے دو ناہیرا ہی کی بڑی ٹائیشن کیرج تھی۔ یہی کام سفر سمجھ کر فوراً اسے ہاتھ میں لے لی تھی۔ مگر اس پھوٹے سے کام میں اتنا وقت لگ گیا کہ وہیں ایک بج گئے۔ بمشکل تمام بھانجے دوڑتے ہوئے جمعہ کی وہ بھی دوسری رکعت ہی مل سکی۔

جمعہ پڑھنے والوں کا بے پناہ مجمع سنی شافعی امام بہت خوش الحان عربی کے لیے میں قرأت سبحان اللہ
طبیعت باغ باغ ہو گئی۔ نماز سے فارغ ہونے کے فوراً بعد ہم مسجد سے قریب ہی بی بی سیدہ کے مزار پر حاضر
ہوئے، الب روز چورانبے پر بڑی شاندار اور بگاڑا اور بڑا نمایاں شان رونق۔ اولیں نظر میں دو بڑی عظیم الشان مسجد نظر
آئی، بڑے بڑے مینارے و مگنبد بالکل مسجد کی طرز پر درمیان میں آپ کا بڑا خوبصورت مزار چونکہ تاخیر زیادہ ہو
چکی تھی ہم بہت جلدی میں تھے اس لئے ان سے تعلق سے ہم کوئی تفصیلات حاصل نہ کر سکے۔ فاتحہ خوانی کے بعد
ہم لوگوں نے ایک ہوٹل میں کھانا کھایا۔ اور جب ہم منگور سے کاسر کو جانے والی ہائی وے پر قنال کے لئے نکلے تو
تین بجے تھے۔ منگور سے کنیا کماری جانے والی ہائی وے پر ابھی ہم کچھ سی ویر چلے تھے کہ گاڑی دابنے ہاتھ
پر ہائے وے سے نہٹا ایک پتکے روز پر مڑی۔ گاڑی جوں جوں آگے بڑھتی جاتی تھی سڑک کے دونوں طرف
بہت خوبصورت مناظر سے آنکھوں میں جیسے لٹکانے لگتی جاتی تھی۔ پورا علاقہ سبز پوش پہاڑوں، مارٹل کے
باقعات زیادہ تر قدرت کے اندر کچے ہاتھوں سے بے سنورے اور کچھ انسانی ہاتھوں کی تباہی سے مزین۔ ایسا لگتا
تھا کہ وہ ٹکڑا کشمیر سے اٹھا کر وہاں لا کر رکھ دیا گیا ہو۔ میں نے خوشگوار حیرت کے ساتھ سیدہ فریدہ صاحب سے پوچھا
یہ ہم کہاں آگئے، انھوں نے کہا حضرت ہم قنال پہنچ رہے ہیں۔ اللہ اکبر اس قدر خوبصورت مناظر جیسے خواب
دیکھ رہے ہوں۔

میری مشاطی کو کیا ضرورت حسن معنی کی

کہ قدرت خود کیا کرتی ہے قدرت کی تباہی

باتوں باتوں میں ایک پر شکوہ دیدار زیب، خوبصورت مقدس اور بہت ہی بافیض آستانہ ہماری نگاہوں
کے سامنے تھا۔ یعنی حضرت سید شریف الدہنی کا آستانہ رحمت جو آج اپنے اندر فیض رسائی میں پورے ملک کی
بڑی بڑی درگاہوں و آستانہ جات سے بہت منفرد، ممتاز و بے مثال ہے۔ میں اس کے انداز فیض رسائی کو دیکھ کر
ایک خیر فیز سرت سے دوچار ہو گیا اور دل میں ایک ہوکا اٹھی کہ یہی انداز فیض رسائی ملک کی دیگر بڑی بڑی
درگاہوں سے کیوں نہیں؟ بالخصوص شمالی ہند کی درگاہوں جیسے اجیر شریف، ہیرا گڑھ شریف، پکھوچھہ مقدسہ،
کلیں شریف، بانس خواجہ کی چوکھٹ دہلی، لونجہ شریف، مدینہ الاولیاء احمد آباد کی بڑی بڑی درگاہیں، اور تک آباد
میں غلہ آباد شریف، پونا میں شیواپور، حضرت قمر علی شاہ درویش، دیو شریف، لکھنؤ شاہینا۔ خاص کر بستی میں
مخدوم مصائی، حاجی علی، حاجی ملک، حضرت بابا بیک الدین صاحب (دعویٰ تالاب) کو فیرہ و فیرہ بے شک اگر وہی
انداز فیض رسائی یہاں بھی اختیار کر لیا جائے تو مسلمانوں کے اندر جو غربت جہالت معاشی بد حال پھیلی ہوئی ہے
اس پر بہت حد تک قابو پالیا جائے گا۔

ہم نے دیکھا تو نہیں البتہ باوثوق ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ گلبرگ شریف کے آستانہ معلیٰ یعنی
درگاہ حضرت سیدنا سید محمد حسینی کیسودر از بند و نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انتظامیہ اور لائق صد احترام سجادہ نشین

نے بڑی خاموشی کے ساتھ حضرت بندہ نواز کے انداز فیض رسائی کو ایک نئی جہت، ایک نئی سمت اور ایک انقلابی و تاریخی موڑ دیا ہے۔ اور مسلمانوں کی چارہ سازی کے لئے کئی منزلیں دوڑے کر چکے ہیں اور ہندوستان کے قابل ذکر اور مشہور و مالدار ترین درگاہوں کے انتظامیہ و نثرین کو اپنے نقش قدم پر چلنے کی خاموش دعوت دے چکے ہیں۔

اسی کاراز تو آید و مرداں چنیں کند

فجز اہم اللہ احسن الجزاء عن سائر المسلمين !

جلیل آسان نہیں آباد کرنا مگر محبت کا

یہ فن کا کام ہے جو زندگی برباد کرتے ہیں

درگاہ حضرت شریف المدنی کی حسن خدمات اور اس بارگاہ کے انداز فیض رسائی کی ایک جھلک ملاحظہ

ہو ادنیٰ، مذہبی اور عصری درگاہوں اور اس کے مختلف شعبہ جات میں استفادہ اور فیضیاب

ہونے والے طلباء..... چوبزار (۶۰۰۰)

ایکس عدد (۲۱)

سترہ (۱۷)

تین عدد (۳)

ایک عدد (۱)

ایک عدد (۱)

ایک عدد (۱)

ایک عدد (۱)

ایک عدد (۱)

(۱) ذہنی و عربی ادارے

(۲) مساجد جن کا پورا انتظام و انصرام درگاہ کینٹی کی طرف سے

(۳) سپورٹس، جنازہ (درگاہ)

(۴) سید مدنی چرنیہل اسپتال

(۵) سید مدنی ٹیکنیکل انسٹی ٹیوٹ

(۶) سلطان نیچو کالج

(۷) سید مدنی اردو ہائی اسکول

(۸) سید مدنی پرائمری اسکول

یہ تمام ادارے اور عوامی فیض رسائی کے یہ چشمے سید مدنی درگاہ ٹرسٹ کی جانب سے چلائے جا رہے

ہیں۔

آل انڈیا تبلیغ سیرت مبارک بادرش کرتی ہے درگاہ حضرت سید شریف المدنی کی ٹرسٹ و انتظامیہ کو

بے شک روحانیت کے ایک تاجدار کی بارگاہ سے عوامی فیض رسائی کا یہ انداز بہت منفرد و مثالی ہے اور قومی تعمیر کی

کئی جہتیں لیے ہوئے ہیں کا یہ کارنامہ ان کی امانت و دیانت اور نثرین شناسی کی لائق تقلید مثال ہے۔ لہذا ہم اللہ

تعالیٰ جو وہ تمکیرا۔

جبکہ قال کوئی شر نہیں ایک قصبہ ہے اور وہاں زائرین کی روزمرہ حاضری بھی یہاں کی مشہور ترین

درگاہوں کے مقابلے میں بہت ہی کم!

اجیر شریف دل بہرا کا شریف کچھ پھر مقدس کلیر شریف و شریف وغیرہ کی توہات چھوڑیے یہ

تو بہت بڑی بڑی بارگاہیں اور یہ سب بھند کی منترو و ممتاز درگاہیں ہیں۔ ان کی آمدنیاں اور پر اپنیوں بھی لاکھوں کروڑوں اور اجتماعی طور پر اربوں تک پہنچیں گی۔ مگر ان کی عوامی فیض رسانی کا انداز اور مسلمانوں کی غربت و جمالت ہے روزگاری اور معاشی بد حالی دور کرنے کے لئے کچھ کام بھی ہو رہا ہے ان درگاہوں کی لاکھوں کروڑوں کی آمدنیاں کہاں جا رہی ہیں کون لوگ اس سے مل رہے ہیں، اور قومی سرمایہ صرف چند خاندان کی میراث ہو کر جس انداز میں عوامی روپے کا استعمال کیا جا رہا ہے کیا اس سے اہل نظر و باخبر حلقے بے خبر ہیں؟ ہم یہاں بھی کئے تین بہت مشہور درگاہوں پر جامع مسجد نرسنگ کیمپ کچھ اور اس سے کثیر سرمایہ ہے اور اس میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔ دن رات دولت کا بہن برستا ہے یہاں۔ مگر اس کے مقابلے میں عوامی فیض رسانی کا کیا حال ہے یہ کسی سے پوشیدہ نہیں آج حاجی علی درگاہ منائم شریف میں تھوڑا سا کچھ کی بارگاہ اور دھوبی تالاب میں سرکار بابا بہاء الدین کا آستانہ مصلیٰ یہاں روزمرہ بالخصوص جمعرات و جمعہ کو جو انسانی سیلاب انداز ہے اور حاضرین و ناظرین کی شکل میں انسانوں کا بے پناہ ازدحام اللہ اکبر! جن کی بدولت یہاں دن رات دولت کا بہن برستا رہتا ہے، مگر بے پناہ آمدنی کے مقابلے میں ان درگاہ کیشیوں کا کچھ ایسا کام بھی ہے جس سے مسلمانوں کی غربت و جمالت ہے۔ روزگاری اور معاشی بد حالی دور کرنے کا سبب ہو۔ اور کس تصور اس پر بھی رہا ہے تو آمدنی کے مقابلے میں اس کی کوئی حیثیت ہے، آخر یہ بے پناہ دولت کہاں جاتی ہے؟ کس کے مصرف میں خرچ ہو رہا ہے؟ اگر بینک میں اکاؤنٹ کا نمبر بڑھ رہا ہے تو اس سے عوام کا کیا فائدہ؟

آل انڈیا تبلیغی سیرت ان قابل احترام درگاہوں کے انتظامیہ و نرسنگ سے مخلصانہ گزارش اور سود بانہ اٹھا کرتی ہے کہ درگاہ شریف جی ان بے تحاشا آمدنیوں سے صرف بینک کا دزن نہ بڑھائیے بلکہ قوم کی غربت و جمالت ہے روزگاری کو دور کرنے کے لئے کچھ کیجئے۔ طبیہ کالج، انجمن تک کالج، ہسپتال، صنعتی ادارے مختلف قسم کے تکنیکل انسٹی ٹیوٹ، مستحق مساجد و اداروں کی امداد و فیرو۔

آپ اس کثیر دولت کے مالک نہیں بلکہ اس کے امین و محافظ ہیں اور وہ لاکھوں کروڑوں کا سرمایہ عوامی ملکیت ہے جو آپ حضرات کی تحویل میں ہے، جس کا حساب آپ کو یہاں بھی دینا ہے اور اس قنارہ جبار مالک ذوالجلال و عظمیٰ الاکمین کو بھی۔ واضح رہے کہ یہاں اگر اس عوامی ملکیت کا صحیح استعمال نہیں ہوا اور بالقرض و بیوی اخصاب سے بچ بھی گئے تو بھی فیصلے کا ایک دن مقرر ہے جہاں ذرے ذرے اور قطرے کا بھی حساب لیا جائے گا۔ جہاں خدا نے ذوالجلال کا قہر غضب پر ہو گا اور اس کے سامنے ہمارے کارناموں کا دفتر ہو گا۔ ان یوم الفصل کان میقاتاً۔ -

رنگ جب محشر میں لائے گا تو نہ جائے گارنگ

ہاں نہ سمجھو سرخی خون ققیلاں کچھ نہیں

قبل اس کے کہ اس کے لئے کوئی تحریک چلے درگاہ کیشیوں اور ان کے انتظامیہ کو اپنی غفلتوں کا

۱۰ احساس ہو جانا چاہیے۔ اور ان کا رخ ان ہر غی جتنوں کی طرف ہو جانا چاہیے۔ جہاں سے جہالت معاشی بد حالی اور غربت پرست حد تک قابو پانا ممکن ہے۔ حسبنا اللہ ونعم الوکیل۔

حضرت سید شریف مدنی کی درگاہ سے متعلق سی بی بی عا لیشان خوب کشادہ اور کافی وسیع و عریض ایک مسجد ہے۔ مسجد کے حوض میں وضو کر کے اس کے سامنے درگاہ کیپٹی کے کشادہ آفس میں داخل ہوئے جہاں چار چار اکاؤنٹ اپنے فرائض منصبی میں مصروف تھے۔

ان میں جو سب سے سینئر اور ذمہ دار شخص تھے سید فرید صاحب نے آل اللہ یا تبلیغیات کے حوالے سے ہمارا تعارف کرایا۔ تبلیغی سیرت کے حوالے پر انہوں نے بی بی خند و پیشانی کے ساتھ ہمارا استقبال کیا۔ ہم نے آستانہ معلیٰ اور صاحب آستانہ حضرت سید شریف المدنی اور درگاہ شریف کی جانب سے جو عوامی فیض رسائی ہو رہی ہے اس کی خدمات کی تفصیل چاہی تو انہوں نے فوراً کئی کتابیں انگریزی و کٹری زبان میں چھپی ہوئی خوشبو کر پیش کر دیں۔ ہم وہاں سے نکل کر مزار پر انوار پر حاضر ہوئے۔ بڑے خلوص و عقیدت اور احترام کے ساتھ دیر تک فاتحہ خوانی اور دعائیں مانگتے رہے۔ بہت خوبصورت، بہت دیدہ و زیب مزار ہے مزار کے تعویذ کے گرد چاروں طرف سے خوبصورت جالیاں لگی ہوئی، فاتحہ خوانی کے بعد جب وہاں سے حضرت مالک بن دینار کے لئے لکے تو چار بج چکے تھے۔ وادی نور کا سفر جاری ہے۔ حضرت سید شریف المدنی کے حالات و واقعات اور کفر کے ظلمتوں میں اسلامی مبلغین اور روشنی کے سفیروں یعنی حضرت مالک بن دینار اور ان کے رفقاء، ہندوستان کی سب سے پہلی مسجد کا ذکر اور ہندوستان میں اسلام کی آمد آمد کا تذکرہ اور بہت کچھ دوسری و آخری قسط میں ملاحظہ فرمائیں۔

(نوٹ۔ وادی نور کا سفر کیسار پٹے تاثرات سے ضرور آگاہ فرمائیں)

تبرہ کتب :-

”امام احمد رضا کے ۱۹۱۲ء منصوبہ کا تجزیہ“

تبرہ نگار :- محمد ذہر کھوری

نام کتاب :- امام احمد رضا کے ۱۹۱۲ء منصوبہ کا تجزیہ۔ (انگریزی)

مصنف :- ڈاکٹر محمد ہارون۔ ڈائریکٹر رضا اکیڈمی (برطانیہ)

مترجم :- ڈاکٹر عبد الصمیم عزیزی۔ بریلی

ناشر :- رضا سلاک اکیڈمی۔ بریلی

زیر نظر کتاب برطانیہ کے نو مسلم انگریز جناب ڈاکٹر محمد ہارون صاحب کے انگریزی مقالات کا اردو ترجمہ ہے جو امام احمد رضا کے رسالہ ”تذہیر غلات نہایت و اصلاحات“ کے جائزے میں ڈاکٹر محمد ہارون صاحب نے تحریر فرمائے تھے۔ ان مقالات کا اردو ترجمہ ڈاکٹر عبد الصمیم عزیزی نے کیا ہے جسے رضا اکیڈمی اسلاک پورٹ انگلینڈ کے ہائی سکول سے امر رضا سلاک اکیڈمی بریلی نے شائع کیا ہے۔

ڈاکٹر محمد ہارون صاحب ہر کس لازم، کیونکہ ہم لوہی اہل قوامی امور کی تحقیق و تھمن میں ماہر ہیں۔ ۱۹۸۸ء میں انہوں نے اسلام قبول کیا اور ایک کتاب ”میں نے اسلام کیوں قبول کیا؟“ تحریر فرمائی۔ ڈاکٹر ۴ صوف نے اسلام سے اسلامی فلسفہ، صوفیاء و ائمہ اسلامی سیاست، قرآن کریم اور سائنس کے حدود وغیرہ اور فضیلت (امام احمد رضا کے عقائد) پر ایک کتاب لکھی اور مقالے اور مقالات تحریر کئے ہیں۔ جو رضا اکیڈمی برطانیہ سے شائع ہو چکے ہیں۔ آپ کو امام احمد رضا سے متعلق ہے اور آپ امام کے علم و فضل اور تحریری کارناموں سے بہت متاثر ہیں۔

ڈاکٹر محمد ہارون صاحب نے امام احمد رضا کے رسالہ ”تذہیر غلات نہایت و اصلاحات“ کے جائزے کے طور پر انگریزی میں پانچ مقالات لکھے تھے۔ یہ مقالات امام احمد رضا کے رسالہ میں پیش کردہ چار نکات (۱) جن امور میں حکومت داخل ہے۔ انہیں چھوڑ کر مسلمان اپنے سارے معاملات باہم فیصلہ کریں۔ (۲) اپنی قوم کے ساتھ کسی سے کچھ غریہ نہ بھیجیں۔ (۳) ملک، بستی، رنگ و غیرہ شروں میں مسلم بینک کھولے جائیں۔ (۴) زمین، متعلقہ سے قائم ہے۔ یہ علم و بین کی زندگی و اشاعت کریں۔

ڈاکٹر محمد ہارون صاحب نے زیر نظر کتاب میں امام احمد رضا کے رسالہ کے حوالے سے حاشیہ لکھی۔

سیاسی، اور تہذیبی نظریات بخوبی اجاگر کئے ہیں۔ انھوں نے امام احمد رضا کے چار نکاتی پروگرام کو ہر صمد اور ہر ملک کے مسلمانوں (مسلم ممالک، غیر مسلم ممالک، سیکولر اسٹیٹ وغیرہ) میں تک کہ عالم انسانیت کے لئے اسے کامیابی و کامرانی کا ایک دستاویز قیادت و نجات کی ایک کلید اور صحیح راستہ ثابت کیا ہے۔

ڈاکٹر صاحب نے تقریباً رضا کی تائید کی ہے کہ مسلمانوں کو اسلام میں صحیح طور سے داخل ہو کر اسلامی تہذیب و تعلیم اور ہر میدان میں اسلامی نظریات ہی کو اپناتے ہوئے کام کرنا چاہیے۔ مدارس اور خانقاہ کے ذریعہ خلوص کے ساتھ قوم کی تعلیم و تربیت اور اصلاح کرتے ہوئے انھیں سچا، پاک مسلمان اور خلیہ اسلام کی خاطر جینے مرنے اور لڑنے والا مسلمان بنانا چاہیے۔

انھوں نے مسلمانوں کو سیاست میں کودنے، اسکی پارلیمنٹ کا ممبر بننے اور سیکولر اسٹیٹ میں گورنمنٹ ملازمتوں کے پیچھے بھاگنے کے بجائے اپنے سانچ میں رو کر اپنی اسلامی تہذیب و تعلیم اور نظریات کو پروان چڑھانا چاہیے۔ کاروبار و تجارت، مسلم بینک کے قیام اور مسلم وفاقی و اصلاحی اداروں کے ذریعے قوم کی بحالی کا سامان کرنا چاہیے وغیرہ۔ پر بڑی اچھی روشنی ڈالی ہے۔ ڈاکٹر محمد ہارون صاحب نے دکھایا ہے کہ مسلمان کس طرح کے ملک میں صمد کے اعتبار سے کس طرح رضا کے منصوبے پر عمل کر سکتے ہیں۔

ڈاکٹر محمد ہارون صاحب نے ثابت کر دیا کہ نبی کریم علیہ السلام سے غیر مشروط اور خالصانہ وفاداری کے بغیر مسلم قومیت کی تشکیل ناممکن ہے۔ مترجم ڈاکٹر عبدالنصیم رحیمی صاحب کا ترجمہ بہت کامیاب ہے اور ایسا لگتا ہے کہ جیسے ہم ہارون صاحب رحمہ اللہ الفاظ و افکار کو انھیں کی اردو تحریر میں پڑھ رہے ہیں۔ ڈاکٹر ہارون صاحب اور ان کے رفقاء بالخصوص الیاس کشمیری صاحب مدیر اسلامک ناٹھنرائس کام کے لیے لائق مبارکباد ہیں۔

بیشکریہ جناب خلیل احمد رانا صاحب

پیشکش: محمد احمد ترازوی

رضانائے

● مولانا محمد الیاس کشمیری۔ رضا اکیڈمی۔ اسٹاک پورٹ۔ برطانیہ

آپ کا خط موصول ہوا۔ شکریہ۔ آپ نے ہمارے خیالات کو بخیر قرار دیا ہے مگر حقیقت میسر بخیر ہوتی ہے۔ آج کے دور میں ہم سنی تنظیموں کو یہ الیہ درپیش ہے کہ کوئی کسی سے تعاون نہیں کرتا ہے۔ جس کی آج جس قدر ضرورت ہے پہلے کبھی نہ تھی۔ مگر پھر بھی کوئی ٹرس سے من نہیں رہتا۔ ہم کاموں کی طرف کوئی توجہ نہیں دیتا اور غیر ہم کاموں میں ہر کوئی الجھا ہوا ہے اور اسی کو منزل مقصود سمجھ رکھا ہے۔ آپ کی معلومات کیلئے میں یہ عرض کر چاہوں کہ ہم لوگ بھی نہ تو عالم ہیں نہ مولا بلکہ محض مسلک کا دور رکھنے والے ساتھیوں نے یہ کام شروع کیا ہے اور احقر کو ہی سب سے زیادہ اس کام کا جذبہ شوق تھا۔ اس لئے احقر کو ہی تمام کام خود کرنے پڑے تھے۔ لکھنے والے دوست اور ترجمہ کرنے والے ساتھی تو ہیں مگر تمام ملایہ مسائل اس احقر اتواں ہی کے کندھوں پر ہیں۔ یہ کام خوشی اس کام کی اہمیت کے پیش نظر کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم، نئی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور دایہ عظام کی نظر کرم ہے کہ ہم بے سرو سامانی کے عالم میں بھی کام کر رہے ہیں۔ اور اس وقت ہم نے ۵۵ کتابیں انگریزی زبان میں شائع کر دی ہیں۔ ۵۵۰ میں ہیں اور ۵۵ کتابوں کے ترجمے انگریزی سے اردو میں ہو چکے ہیں اور کتابت بھی۔ اور ایک حسب چکا ہے۔

ہمارے ادارہ نے اس وقت امام احمد رضا کی ۴ کتابوں کے ترجمے شائع کئے ہیں جن کی تفصیل یہ ہے۔
(۱) مقال المرۃ (۲) شفاعت چالیس احادیث (۳) تہذیب ایمان (۴) اعتقاد واجب (۵) عتہ خلافت (۶) دورہ الکلیہ کا خلاصہ (۷) گسٹیف رسالہ کی سزا (۸) سلام رضا (۹) ذکر و انکی اہمیت (۱۰) حدیث کی اہمیت (۱۱) تہذیب و اصلاح و فلاح و نجات (۱۲) تجلی الیقین (۱۳) حقائق بخشش (۱۴) امام رضا کی ۵۵ نعتوں کا ترجمہ (۱۵) ہجرت و والدین کے حقوق (۱۶) والدین بد بھوں کے حقوق (۱۷) امر کی حکم کی پیش گوئی ہارڈ (۱۸) توحید و رسالت (۱۹) الحجۃ الموتر (۲۰) دوام البیض (۲۱) سفر حج و زیارت مدینہ منورہ (۲۲) سفر مانہ منوعات سے لیا گیا ہے اور ایک سو صفحات کا ہے۔ اس کے علاوہ نہ اے یا رسول اللہ اور چند دوسرے رسائل ہر کام ہوا ہے جن میں کفیل بالقیام اہم ہے۔

■ علامہ اقبال احمد قدوسی۔ ایڈیٹر ماہنامہ "جہانِ رضا" لاہور۔ پاکستان

آپ کا گرامی نام ملا۔ اس میں انگریزی کا "افکارِ رضا" بھی ملا۔ آپ کا سالہ ہمارے حقوق میں بھی

متعارف ہو، یا ہے اور آپ کے مضامین اب قیامت سے گھرے ہوئے بدھے ہیں اور سستی مسک کے
اجلہ سے ملے۔ میرا اثر ہے کہ ہندوستان کے سنی خصوصاً ضوی علما کرام آپ کی ان کوششوں کو خوش
آمدیہ کہیں گے۔

کل۔ صدر اکتوبر ۱۹۶۹ کو لاہور میں کل پاکستان سنی کانفرنس ہو رہی ہے، جس میں ملک بھر سے علما
اہل سنت جمع ہو رہے ہیں۔ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کے تمام احباب تشریف لائے۔ انہوں نے آپ کی
ان خدمات پر اظہار مسرت کیا ہے جو آپ اپنے ملک میں اعلیٰ حضرت کا فضل و یدوی کی تعلیمات کو عام کرنے
لیکنے سرانجام دے رہے ہیں۔ "تحریک فکر رضا" کی روشنی میں آپ کے مطبوعہ مقالات انہیں بے حد
مستند آئے۔ اسی طرح دوسرے علما کرام نے بھی آپ کی خدمات کو سراہا ہے۔ اللہ سے دعا ہے کہ آپ اس
خدمت کو سرانجام دیتے ہیں۔ آمین۔

● سید و جاہل سول قاری۔ صدر ادارہ تحقیقات امام احمد رضا۔ کراچی۔ پاکستان

امید ہے بلفظ مزاج کرامی بخیر ہوں گے۔ "افکار رضا" کا شمار شدہ موصول ہوا۔ عمدتہ "افکار
رضا" پابندی سے موصول ہو رہا ہے۔ یہ امر قابل مسرت اور باعث طبعان ہے کہ "افکار رضا" کے مضامین
اور مقالات کا میدان دن بدن سے بلند تر ہو رہا ہے اور اس کا راز اور اصل قلم حضرات کی توجہ کا مرکز بنا
جدا رہا ہے۔ مثلاً اللہ زہد نظر شدہ میں ڈاکٹر سید عبد اللہ طاقی، رکن مہتمم عالم اسلامی ہامشہ "احزاب رضا"
بہت مستند آیا۔ اس میں امام احمد رضا علیہ الرحمۃ تحقیق کے حوالے سے نئی دریافت اور نئے گوشے سامنے
آئے ہیں اور مقالے کی (Originality) نگاہ کی توجہ اپنی جانب مبذول کرتی ہے۔ اس کے
علاوہ محترم ڈاکٹر محمد ہدون صاحب کامشہ "امام احمد رضا کی مالی حمایت" بھی ایک مستند اور نئے کا مائل ہے
اور خود ڈاکٹر صاحب کے علمی مطالعہ اور گہری سوچ کا مظہر بھی۔ ۱۹۶۸ آخر حسین فیضی صاحب کامشہ بعنوان
"حسن یدوی کی لہجہ شاعری" ۱۹۶۸ حسن یدوی پر بڑا خوبصورت تھوہ نظر ہے۔

یہ فکر کہ مزید خوشی سوتی ہے کہ آپ نے انگریزی مضامین کی شرافت کا سلسلہ شروع کیا ہے اس مرتبہ
کے شملہ میں ڈاکٹر محمد اے جونیو صاحب اور ڈاکٹر عبد النیم جونیو صاحب کا مسما
ہے۔ اللہ تعالیٰ ان تمام مقالہ نگار حضرات کو جزا غیر عطا فرمائے اور ان کے اور آپ سب کے علم و عمل میں
افاضل عطا فرمائے۔ آمین بجا سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

فقیر آپ کی اس بات سے یدوی طرح متفق ہے کہ ہندوستان کا انگریزی لٹریچر کی فراہمی پر
خصوصی توجہ دینی چاہیے لیکن باخرا اس میں مزید اضافہ کرتا ہے کہ ساتھ ساتھ عربی مقالہ جات کی فراہمی بھی

تو جہ کی ضرورت ہے تاکہ بلا مغرب اور بلا حرب دونوں ممالک میں امام احمد رضا کے کلمے اور ان کے لڑھکے ہو۔ لوگ متعارف اور فیضیاب ہو سکیں۔ داخل نوجوان سوانا لٹریچر عالم ہشتی صاحب کی تحقیقی "بہار شریعت اور ہشتی زیور ایک نظر میں" نہ صرف یہ کہ دو تعارضات بلکہ دو شخصیات کا احاطہ علمی، تنقیدی اور تحقیقی جائزہ ہے۔ کاش کہ وہ اس موضوع پر مزید قلم کھائیں تو فقیر کو یقین ہے کہ مزید علمی حسن و قبح کے گوشوں سے اہل علم و تحقیق کو آگاہ کر سکیں گے۔ موصوف نے قیام پاکستان کے دوران احسان الہی ظہیر کی کتاب البریلو کا ایک سیمپلر تحقیقی اور تنقیدی جائزہ بھی تحریر کیا ہے۔ اس کی ایک خصوصیت دیگر خصوصیت کے علاوہ یہ ہے کہ وہ "البریلو" کی ہر سطر کو پیش نظر رکھ کر تحریر کیا گیا ہے اور اس کی ہر علمی گرفت اور تنقید و تردید کی ایک بہترین Documentary ہے۔ اگر آپ کا ادارہ یا کوئی اور ادارہ یا صاحب اس کی اشاعت کراہیں تو یہ ایک بڑی علمی خدمت ہوگی۔

● سلیم رضا (مرکزی رہنما) سنی تحریک - کراچی - پاکستان

تحریک فکر رضاانہ شدہ "افکار رضا" نظر فرما رہا ہے۔ جس کو پڑھ کر دل بے باغ ہو گیا۔ امید ہے کہ وہ بھی اسی طرح محنت اور لگن سے "افکار رضا" کی اشاعت جاری رہے گی۔ آپ کا شائع کردہ اسٹیکر "تپ سنی" میں اور امام احمد رضا کو نہیں جانتے؟ تعجب ہے!!! بہت خوب ہے۔ انشاء اللہ سنی تحریک دیگر مذاہبی تنظیموں کو ساتھ ملا کر پاکستان میں اسے شائع کر کے عام کر لے گی کوشش کرے گی۔ یہ جان کر بہت خوشی ہوئی کہ نہ دستان میں بیشتر تنظیموں نے اسے شائع کیا ہے اور مددشس سے سنی رضوی سوسائٹی یا انٹرنیشنل نے بھی شائع کر کے مغربی دنیا میں عام کیا ہے۔ آخر میں تپ کی کوشش یہ ہے کہ تحریک پیش کر لیں۔

● جلالہ اختر - جنرل سکریٹری - رضا سوسائٹی - ممبئی - مہاراشٹر

آپ کی جانب سے "جہان رضا" اور "افکار رضا" پابندی سے موصول ہو رہا ہے۔ عوام انفرنی کیلئے بے حد مشکور ہوں۔ سوانا لٹریچر سنی تحریک کیلئے آپ کی بے لوث خدمت قابلِ مبارکباد ہے۔ ممبئی سے شائع ہونے والا "افکار رضا" امام احمد رضا کے خلاف غلط پروپاگنڈہ کا مثبت اور مکمل جواب ہے اور سوانا لٹریچر کی تحریک بھی بدعت و جہالت کے دور میں جو وہاں امام احمد رضا نے قرآن و حدیث اور مستند سول علمی اقدار علیہ وسلم پر عمل کی جو دعوت پیش کی وہ مسلمانوں کیلئے مشکل رہا ہے۔ جبکہ تنگ نظر لوگ اسلام کو محدود شکل میں پیش کر رہے ہیں اور مغرب زدہ ذہن اسلام کی شبیہ کو سج کرتے جا رہے ہیں۔ ایسے ہذا شوبہ دور

میں امام احمد رضاؒ نے زندگی کے ہر شعبے کیلئے جو اسلامی اصول گوش گزار کئے ہیں اور اسلام کی ناقص تصویریں پیش کی ہیں ان سے تمام ادیب علم دانش امام احمد رضاؒ کی فکری شخصیت کے قائل ہیں۔

عصر حاضر میں اعلیٰ حضرت ہدایتیائیں بخش کام ہوتا ہے۔ ہم اس سے مطمئن ضرور ہیں مگر کم تعلیم یافتہ یا چھوٹے شہروں اور دیہاتوں میں بالکل عجیب کیفیت ہے۔ اسلامی کتابیں بالکل نایاب ہیں۔ ایسے مکتبات ہر جہاں بھی کتابیں دستیاب ہوتی ہیں کم ہیں۔ ہمدی تسلی اور لڑھکھ کی کمی کی وجہ سے مختلف مسلک کے سنہرے دام فریب میں ہمدی سے کم تعلیم یافتہ سستی بھائی آجاتے ہیں، گویا کسی بھی تحریک کا عروج لڑھکھ ہوتا ہے۔ لہذا ہمدی انہوں اور اداروں کو اس سمت نرمت ہے قدم اٹھانا چاہیئے تاکہ دور دراز کے دیہاتوں، قصبوں اور شہروں میں سلیس انداز میں بنیادی لڑھکھ مفت تعلیم کیا جاسکے اور خاص سائنسی کا خاص مقصد بھی ملتی ہے۔ ہمیں ایسے بہت سے خطوط موصول ہوئے جس سے لاسنت کی زبوں حالی واضح ہوتی ہے۔ یہاں مذکور افسوس ہوتا ہے کہ اس کام کرنے کا جذبہ بھیجہ ہوتا ہے مگر ملٹی و شوری کے سبب جذبہ معدوم ہو جاتا ہے۔ پھر بھی ۔

جذبہ شوق سلامت ہے تو الف الف اللہ
اپنی منزل نہ پہنچ جائیں گے اک دن ہم بھی

● اللہ بخش مکانہ از رضوی۔ سلی۔ کرناٹک

اس بار "افکارِ خفا" اپنی تمام تر غائبوں کے ساتھ منظرِ عام پر آیا۔ ادارہ۔ اخبر خفا۔ احزاب خفا۔ امام احمد رضاؒ کی مالی وصیت۔ حسن بریلوی کی تحفہ شاعری وغیرہ تمام ہی مضامین ہائے آئے۔ انتہائی جامع مضامین کا لکھنے سے آپ نے پیش کیا۔ ادارہ بالخصوص میرے دل کو چھو گیا۔ سرکارِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پاک کی روشنی میں اختلاف امت کا جو آپ نے تحریر کیا ہے بہت خوب ہے اور اہل سنت کی زبوں حالی، باطل فرقوں کی اہل تہل اور ان کی خوش حالی اور ان کو جو بنیادی آفاتیں میسر ہیں اس پر آپ نے جو معروضات پیش کئے ہیں۔ ہم سب کیلئے دعوت فکر دیتے ہیں۔ چشم بیدار کھنے والوں کیلئے اس میں بیکہ درس ہے کہ مٹھی بھر نام نہاد فرقے جو اپنی حق پرستی کا ڈھنڈا، مالی پمالے پر پیٹھے ہیں ان کی اصل حقیقت کیا ہے۔ وہ مسلمانوں کو کس ڈگر پر لے جاتا ہے سستی میں اور اہل سنت کی زبوں حالی کی وجہ کیا ہے، کیوں وہ آگے نہیں بڑھ رہے ہیں۔ میں آپ کو یہ ادارہ لکھنے پر مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

جناب طاہر لاہوری کی نعتیہ شاعری (ایک خصوصی مطالعہ)

ڈاکٹر سر لج احمد بستوی۔ ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی
"اردو تنقید" محکمہ پولیس اتر پردیش، بھارت

جناب طاہر لاہوری کو میں نے ابھی دیکھا نہیں ہے۔ اور نہ ہی انہوں نے مجھے دیکھا ہے
مگر اس کے باوجود وہ مجھے جانتے ہیں اور میں انہیں جانتا ہوں۔ اس سنا سانی کیلئے میں محترم
حضرت علامہ اقبال احمد فاروقی مہتمم مرکزی مجلس رضا لاہور کا بہت بہت شکر گزار ہوں جنہوں نے
ہم دونوں کے درمیان باہمی ارتباط کی راہ ہموار کی۔

جناب طاہر لاہوری سے تعارف کی داستان اس طرح ہے جس وقت میں
"مولانا احمد رضا بریلوی کی نعتیہ شاعری" پر کانپور یونیورسٹی کانپور بھارت سے پی۔ ایچ۔ ڈی
کا مقالہ قلم بند کر رہا تھا اس وقت مجھے ایک کتاب "آئینہ رضویات" حصہ اول کی ضرورت
پڑی اس کے لئے میں نے برادر محترم حضرت علامہ عبدالستار طاہر لاہوری کو ایک خط لکھا
انہوں نے کتاب مذکورہ کے ساتھ اور بہت سی کتابیں ارسال کیں جس کے لئے میں آج بھی انکا
شکر گزار ہوں نیز انہوں نے جو مجھے خط لکھا اس میں نعتیہ شاعری کی ارتقا اور اس عظیم فن پر ہونے
والے تحقیقی و تنقیدی کام کی نشاندہی کرتے ہوئے لکھا کہ ابھی حال ہی میں گورنمنٹ کالج شاہد رہ
لاہور سے نکلنے والے مجلہ "اوج" نے نعت نمبر کی دو ضخیم جلدیں شائع کی ہیں اس خط کو پڑھنے
کے بعد میں مجلہ مذکورہ کے نعت نمبر کے لئے تڑپ اٹھا کہاں مل جائے ایک نظر دیکھ لوں اس کے
لئے میں نے فوری ایک خط گرامی قدح حضرت علامہ اقبال احمد فاروقی صاحب کو لکھا انہوں نے
مجھے لکھا کہ آپ براہ راست مجلہ "اوج" کے مدیر جناب ڈاکٹر افتاب احمد نقوی کو لکھیں وہ آپکو
براہ راست بھیج سکتے ہیں میں نے فوری ایک رجسٹری مجلہ مذکورہ کے مدیر کو ارسال کی مگر وہ کسی وجہ

جواب تک نہ ارسال کر سکے۔ اس کے بعد میں نے مذکورہ نعت نمبر کے لئے کرم فرما حضرت علامہ الحاج سید وجاہت رسول قادری صدر ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی و جناب پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری کراچی کو لکھا اس وقت سید حج و زیارت کے لئے تشریف لے جا رہے تھے انہوں نے لکھا کہ واپسی پر یہ نمبر آپ کو فراہم کر دیا جائے گا۔ مذکورہ نمبر کے حوالے سے پروفیسر مجید اللہ قادری نے حضرت علامہ اقبال احمد فاروقی کو ایک خط کے جواب میں لکھا کہ :

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! آپ کو شاید معلوم ہوگا کہ قبلہ سید وجاہت رسول قادری صاحب مظلہ العالی ان دنوں حج پر تشریف لے گئے ہیں اس لئے راقم جواب عرض کر رہا ہے۔ خط آپ کا ۲۵ مارچ کو موصول ہوا آپ کی مسدرت کہ اوج کا "نعت نمبر" حاصل نہیں ہو رہا ہے قبول کی۔ البتہ جب بھی مل جائے لے کر رکھ لیجئے گا تاکہ ان کا یعنی ڈاکٹر سلج احمد توی لکھ جیوا سکیں۔ (۱)

اللہ اور اس کے رسول کے فضل و احسان سے جب مجھے ۱۰ مارچ ۱۹۹۶ء کو ڈاکٹر سید کی ڈگری ملی تو میں نے اس کی ایک عدد فوٹو کاپی کر مائسٹر حضرت علامہ اقبال احمد فاروقی صاحب کو ارسال کی۔ ان کے توسط سے ڈگری کی فوٹو کاپی اور اس کے ساتھ مسئلہ خط جناب طاہر لاہوری صاحب کو ملا جس کو پڑھنے کے بعد جناب طاہر لاہوری نے بے پناہ خوشی کا اظہار کیا اور اس کے صلہ میں اپنے ذاتی "اوج" کے نعت نمبر کی دونوں جلدیں بطور تحفہ ارسال کر دیں مذکورہ نعت نمبر کے ساتھ انہوں نے اپنا نعتیہ مجموعہ "جمال کون و مکاں" اور نظموں کا مجموعہ "ذہور حسن" بھی ارسال کیا جس کے لئے میں آج بھی تہ دل سے ان کا شکر گزار ہوں۔

جناب طاہر لاہوری کے نعتیہ افکار و خیالات پر خامہ فرسائی کرنے سے پہلے ہی مجھے اس پاک سرزمین کی اہمیت کا بخوبی اندازہ ہے جہاں فدی کے عظیم نعت گو شاعر جان محمد قدسی مخو خواب ہیں جس کے مشہور زمانہ نعت ۔۔۔

مرحبا سید کی مدنی العسری

دل بجان فدایتہ عجیب خوش لقی

کی طرز و آہنگ پر اب تک ہزاروں سے زائد نظمیں اور نعتیں قلم بند کی جا چکی ہیں۔

اس کے باوجود اس کی اثر آفرینی میں کسی طرح کی کوئی کمی واقع نہیں ہوئی۔ جناب عمران نقوی صاحب
 نعت کے حوالے سے سرزمین لاہور کی عظمت پر اظہار خیال کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔
 ”یلاہور کی سرزمین کی کشش تھی کہ فارسی کا نامور نعت گو جان محمد قدسی شہر چوہدر
 لاہور جا بسا اور پھر یہیں ہمیشہ کی نیند کے مزے لے رہا ہے اس کی مشہور نعت کے یاد نہیں۔ (۲)
 نعت دراصل ایک عظیم فن ہے جس کی عظمت کے تار و پود حضرت نبی کریم صلی اللہ
 علیہ وسلم سے ہم رشتہ ہیں۔ اس کی وسعت و تنوع کا یہ عالم ہے کہ روز ازل سے ہی محبوب رب
 العالمین کی مدح سرائی، نعت خوانی ہو رہی ہے مگر ہر عاشق رسول سیرابی کے بجائے تشنگی کی بات کرتا
 ہے جب کہ نعت گوئی بہت ہی مشکل مرحلہ ہے اور اس کو سر کرنا مشکل ترین مگر اس کے باوجود نعتیں
 لکھی جا رہی ہیں، پڑھی جا رہی ہیں اور وافر مقدار میں لکھی پڑھی جا رہی ہیں۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ
 نعت نگار کو اس فن کی مشکلات سے زیادہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات پر اعتماد
 ہوتا ہے جو سراپا رحمت ہیں۔ اور پھر اپنے مداح، نعت خواں کیلئے کس درجہ کرم فرما ہوں گے کوئی
 اندازہ نہیں کر سکتا۔ بقول طاہر لاہوری

عجب ہے سلسلہ بارگاہ لطف و کرم
 کہ جس کا عقل و ذہانت نہ کر سکے اظہار (۳)

میری مجال کہاں مدحت حضور لکھوں
 بہ شکل نعت آتے ہیں ذہن پالہ کلام (۴)
 ورنہ اگر نعت نگاری کے وقت خدشات ہی خدشات ہوں تو اس عظیم صنفِ سخن کی رقمطرازی
 کیوں کر ممکن ہو نعتیہ شعروادب کی تخلیق کے حوالے سے حضرت علامہ یوسف النبیحانی رحمۃ اللہ علیہ
 لکھتے ہیں۔

”جو کوئی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدح سرائی کرنا چاہے اس پر لازم ہے کہ وہ آپ کے
 حالات، واقعات، سیرت، معجزات اور ان کے فضائل کو جانے جو کتاب و سنت میں موجود
 ہیں تاکہ حسب استطاعت اپنے اشعار میں فصیح عبارت اور بدیع اسلوب میں روایت کر سکے۔“ (۵)

جناب طاہر لاہوری کا مجموعہ نعت ”بحال کون و مکاں“ میرے مطالعے سے گزر چکا ہے
 انہوں نے اپنے اس حسین نعتیہ گلدستے میں سیرت کے پہلو کو ایک نئے قالب میں ڈھال کر
 پیش کیا ہے۔ جو ان کے وسعت مطالعہ اور تجربہ کاری کا منہ بولتا ثبوت ہے چنانچہ وہ اپنی پہلی
 نعت میں حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت سے قبل کے ماحول کی
 منظر کشی کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

نورِ صبح ازل

شب کے بے خانماں کارواں کی طرح
 تشنگی میں سمسکتی رہی زندگی

آہ و فریاد کا دل دھڑکتا رہا
 بے صبی کا جہنم دہکتا رہا

سوج بے نور ذہنوں میں پلتی رہی
 زندگی ظلم گاہوں میں جلتی رہی

اک صد غلستوں سے ابھرتی رہی
 الاماں ، الاماں ، الاماں

نورِ صبح ازل

بیکراں غلستوں کے جگر حیر کر
 نور کی ایک کرن چھا گئی دہر پر

غلستوں کی فضا جگر گانے لگی
 صبح تقدیس کے گیت گانے لگی

صبح پاکیزگی، چھٹ گئی تیرگی، جاگ اٹھی زندگی
 بزم تو حسیب میں ایک صدا جاگ اٹھی
 جب سرکار ابد قرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس خاکدین گیتی پر تشریف لے آئے تو اس وقت
 کے ماحول کی منظر کشی یوں کرتے ہیں۔

علم کے نور کا اک سمندر اٹھا
 سونے غارِ حرا اک مقدس صدا

آسمان تازہ میں رحمتوں کے ستارے بکھرے گئے
 کمرۂ ارض کے ذرے ذرے کے سینے میں الگ الگ
 حسن پاکیزگی کے حسین دلوں نے جگمگائے لگے
 عظمت حسن کون و مکان

اک مقدس بشر میں سموی گئی
 موج در موج رحمت اچھالی گئی
 آدمیت محبت میں ڈھالی گئی
 اور پھر پوری نعت کا خلا صد کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔
 شہر مکہ کے بازار میں گونج اٹھی
 شہر الفت کے گلیوں سے اٹھنے لگی

ایک آواز صلی علی ہر طرف پھیلتی ہی گئی
 سرور انبیاء گئے رحمت اللغسل میں گئے

احمد مجتبیٰ، سید مصطفیٰ، سرور مرسلین
 اک محبت کا سورج لئے آ گئے

نور صبح ازل نور صبح ازل

جناب طاہر لاہوری اپنی نعت نگاری کے بارے میں لکھتے ہیں۔

الفاظ کے سینے میرے اشکوں سے دھلے ہیں

تب نعت کے انوار خیا لوں میں رہے ہیں

ان سے مری ہستی کی سیرات ہے روشن

جو دیپ مرے دل میں عقیدت کے جلے ہیں

اور جناب طاہر لاہوری کے اس شعر میں تو ایک عجیب و غریب لطافت جلوہ فرم ہے۔ جتنی بار پڑھئے یک دیکر گوں کیف و سرور محسوس ہوتا ہے۔

در حضور نبی مجددوں میں بے خودی کا سرور

میں اس خطائے بھی گناہوں قدسیوں کی طرح

نعت کے میدان میں جناب طاہر لاہوری کی فکری تگ و تار مختلف رنگ و بو میں سماعت فرمائیں۔

جو نور صلی علی کی صدا سے چھوٹا ہے

وہ نور دل پر برستا ہے رمتوں کی طرح

اسی اجالے سے انسانیت ہوئی سیراب

جرا کی غار مچھر روشن ہوئی غمی جو قدیل

جو قدسیوں کی فراست میں ایک ازرا

ترے غلام سمجھتے ہیں وہ مقام حیات

وجود کون و مکاں تیری ذات کا مظہر

فرز حسن جہاں تیرے نقش پا کی فریاد

تو اپنی ذات کی حد میں بھی لامکاں ما ہے

گدا ہیں درد پہ تیرے صاحب ہلال جمال

وہی ہے عظمت انساں کی آخری منزل
ہے جس کے دم سے دبستان زندگی روشن

خیال کی پاکیزگی دیکھیں۔

دکھاؤ فرد مہینے کے خاک روہوں کی
کہ شاید ان میں ہی لکھا ہو مجھ غریب کا نام

جو موج موج کے سینے میں ہو کہ اٹھتی ہے
سندروں نے بھی سمجھا ہے آپ کا پیغام

جو اک رحمت کا بحر بیکراں ہے
محمد مصطفیٰ کا آسمان ہے

اک نور کا دریا ہے جو بہتا ہے ازل سے
ہر موج کے سینے میں جنوں خیر کمر ہے

قرآن کا حرف حرف مسند کی زندگی
وہ زندگی ہے مسلم الہی کی اک لغات

امت مسلمہ کی زبوں حال، گناہوں پر دوام و استمرار اس پر ڈھٹائی کا منظر دیکھیں۔
ہوا ایسی جلی ہے اب کے انسانوں کی بستی میں
گناہوں پر نہیں کوئی پشیمانی یا رسول اللہ

غرق طوفاں مصائب میں پریشاں کم ہیں
ہم خطا کار زیادہ ہیں پشیمانی کم ہیں
نام اسلام کا لیتے ہیں مسلمان کم ہیں

یا نبی اب دل مسلم میں صداقت کم ہے
روح قرآن، غم ایمان کی حرارت کم ہے

جناب طاہر لاہوری کی شاعری معری، آزاد و نعتیہ شاعری پر مبنی ہے۔ ان کے یہاں حب رسول کی جلوہ بازیوں ہر شعر میں ایک نئے انداز ایک نئے کیف و سرور کے ساتھ دیکھنے کو ملتی ہیں۔ ان کے نعتیہ اشعار وظیفہ کا درجہ رکھتے ہیں۔ وہ دل کی اتھاہ گہرائیوں کے ساتھ نعت نگاری کرتے ہیں۔ پیار رسول کی آبلہ پانی میں ان کو بڑا مزہ آتا ہے خلوص و محبت کے ساتھ نعت نگاری ان کا وظیفہ ہے جب وہ نعت لکھتے ہیں تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ رسول اکرم کی بارگاہ میں سر پایا حاضر ہیں۔ وہ خود لکھتے ہیں۔

مری مجال کہاں مدحت حضور لکھوں

بشکل نعت اترتے ہیں ذہن پر الہام

چند اشعار اور دیکھیں۔

جہاں جہاں مرے آقا کا نام روشن ہے

وہیں وہیں یہ برستی ہے نور کی برسات

میں اہل بھی کہ لاؤں لبوں پہ نام تیرا

مرے وجود سے اٹھتا ہے رات دن یہ سوال

نہیں ہیں یہ تری مدحت کی شان کے ثایاں

شعور و شعر کی وسعت مرے حقیر خیال

اور اپنی اس تحریر کو جناب طاہر لاہوری کے اس شعر پر سمیٹ رہا ہوں۔

گدائے آقائے طیبہ ہوں اس لئے لوگو!

مراد مانغ ہے روشن سکندروں کی طرح

کتابیات:

① ماہنامہ جہانِ رضا لاہور۔ مرکزی مجلسِ رضا لاہور۔ ماہ مئی ۱۹۹۶ء صفحہ ۷

② اوجِ نعت نمبر ۱۔ شاہدہ کالج لاہور صفحہ ۲۴

③ جمالِ کون و مکاں۔ طاہر لاہوری مطبوعہ لاہور صفحہ ۵۸

④ جمالِ کون و مکاں۔ طاہر لاہوری مطبوعہ لاہور صفحہ ۷۵

⑤ اوجِ نعت نمبر ۱۔ شاہدہ کالج لاہور صفحہ ۱۶۸

تحریریں فکرِ رضا

ہمارے مقاصد:

- اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے افکار و نظریات کو زیادہ سے زیادہ متعارف کرانا۔
- علماء اہل سنت و جماعت کی رہنمائی میں مفکرین اور محققین کی ایک ٹیم کا فکرِ رضا کی ترویج و اشاعت میں دن رات کوشاں رہنا۔
- امام احمد رضا کی تصانیف کو سہل انداز میں جدید اسلوب کے ساتھ شائع کرنا۔
- امام احمد رضا کی تصانیف کو ملک کی مختلف اور بین الاقوامی زبانوں میں شائع کرنا۔
- ارباب فکر و دانش کو امام احمد رضا کی تحقیقات کی طرف متوجہ کرنا۔
- ہر اٹھتے ہوئے سوالوں کو امام احمد رضا کی تحقیقات کی روشنی میں جواب دینا۔

فکرِ رضا کو عام کرنے کے لیے آپ ہمارا تعاون کیجئے۔
آپ کا تعاون جہادِ بالقلم میں ہمارا مددگار ہوگا۔

شکر بہ جناب خلیل احمد صاحب

پیشکش: محمد احمد ترازوی